

چرخ خانقاه لؤلؤن مکان فیضی بجای خزان

نسیب به مثال در معرفت ایراد ذواکمال موسوم به



من تالیف سید شاه مولانا جمال الحق قادیان

در مطبع گلشن فیضی انبیا ب طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصالحات والسلام علی رسولہ محمد وآلہ و  
 اصحابہ اجمعین۔ آگاہ ظاہر ہو کہ ایک رسالہ من تصنیف حضرت سلطان الغازی  
 بر مان العاشقین شیفتہ جمال حق مولانا شاہ شرف الحق بو علی قلندر قدس  
 اللہ سرہ العزیز و نور اللہ مرقدہ بالکل مختصر زبان فارسی میں تھا اسکو فقیر فقیر ذلہ  
 خوا کفش بردار رہبر سالکان طریقت سر آمد راہ روان حقیقت حضرت صاحب  
 قبلہ سید شاہ مولانا عارف الحق قادری نور اللہ مرقدہ اعجاز جمال الحق  
 قادری فتا صانہ اللہ عن شہ الدہور نے زبان اردو میں معہ تشریح تالیف کر کے  
 نام اسکا خیر منیۃ العرفان رکھا لیکن اس فقیر کا یہ منشاء نہیں کہ اپنی کم پایہ  
 معلوما کو ظاہر کر کے زمانہ میں مشہور ہو جاے۔ بلکہ ہر کس و ناکس رسالہ معتبر کہ حضرت  
 موصوف سی فیضیاب ہو۔ اگر اس میں کوئی غلطی فاحش ظاہر ہو تو حضرات ظاہر  
 و باطن سی امید ہے کہ بہ نظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں گے و یا بفرجہ ای الانسان  
 مرکب مع الخطاء والنسیان چشم پوشی کو کام فرما کے اس فقیر فقیر کو دھما خیر  
 یاد کریں گے قول حضرت صاحب موصوف۔ ای بر اور بداند کہ مسلمان اکملہ طیب بس

وہ ہر فعل باکافی است و عاقبت بنیہ گردد و ترجمہ ایسے ہر اور جا تو تم کہ مسلمان کہہ رہے  
 کلمہ طیب نہیں اور ہر کام کے واسطے کافی ہے (خواہ دینی ہو یا دنیوی) اور عاقبت  
 ساتھ نیکی کے ہر تشریح کلمہ طیب ہر جسمین شراکت کی بول یعنی من و تو کی قید نہ ہو اور  
 یہ کلمہ نفی اثبات مرکب ہر انشاء اللہ اسکا بیان آگے آئیگا جسے اس کلمہ پاک کا ذکر  
 کیا خواہ وہ جلی ہو یا خفی صفا قلب جب کہ سلوک اول ستری کہتے ہیں حاصل ہوتی ہے  
 افضل الذکر لا الہ الا اللہ ذکر جلی وہ ہر جو آواز سے تعلق رکھتا ہے اور خفی جسکو  
 ستری کہتے ہیں بے آواز ہے۔ اور یہ دل کے متعلق ہر جلی سے خفی میں زیادہ تر اثر ہے  
 قولہ لا الہ الا اللہ یعنی نیست کسی معبود کہ لائق عبادت باشد سوا خدا و ترجمہ ستر  
 ہر کوئی معبود عباد اور بندگی لینے کے لائق سوا اللہ تعالیٰ کے تشریح اللہ تعالیٰ نے  
 اس کلمہ طیب کے ابتدا لفظ لا فرمایا ہے۔ یعنی نہیں۔ کیا نہیں اس مقام میں شرک  
 کا نام و نشان نہیں۔ اور ذات اپنے صفا ہے واقف نہیں و نگران ہے۔ اسکو  
 مقام تجرید کہتے ہیں حدیث قدسی لا رب ولا عبد ولا انت ولا انا۔ یعنی نہیں  
 رب اور نہ زندہ اور نہ تو اور نہ میں۔ چونکہ یہ مراتب صفاتی اور غیر کا ہیں اسلئے  
 کنت کثیراً مخفیاً فرمایا یعنی تہا خزانہ پوشیدہ لیکن یہ وقفیت نہیں کہ کس وضع  
 پر ہے اور کیا تھا اسمیں۔ از روحد اسکو لا بشرط شئ کہتے ہیں۔ لہذا اسم مقام  
 کا نام لا رکھا گیا ہے آنچنان گنج کہ در عرش گلنجید حسین و دیدہ بکشائے کہ  
 در گنج سویدابینی مثلاً ایک تخم و اسمیں دالی۔ پہول۔ پہل و غیرہ بصورت عدم موجود  
 ہیں۔ مگر تخم کو بہ خبر نہیں کہ مجہدین کیا ہے۔ چامی جمال مطلق از قید مظاہر و بہ  
 نور خویش ہم بر خویش ظاہر و وجود بود از نقش دولی دور و ز گفت و گوئے مائی و

۳  
 توئی دور۔ دوسری کہ ایک شخص کمال سورما ہی لیکن اسکو یہ غیب نہیں کہانی کہتے  
 ہوتا ہے کہ ہونا کیا کمال ہنر کہتا ہوں۔ تاوقتیکہ نہ بیدار ہو وقتیت کمال ہنر  
 کی مثال۔ اس طرح ذات حق سچا نہ تھا درجہ لائین کم بکم ہی جیسے کوئی شراب  
 پیکرید ہوش و۔ اور وہستی انانیت و استغنائی ذات کی ہے۔ اس مستی اور  
 سن نہایت کے جوش کو صومہ کہتے ہیں۔ بعضوں اس آواز کو مردائی  
 اور آواز جیس و آواز قدم محبوب کہا، غرض اسکو عربی میں صومہ مطلق کہتے ہیں  
 جامی نوائے دلبر کا باغوش خستہ، خار عاشقی باغوش خستہ، اور ہند میں اسکو  
 اناحدہ و انحدہ کہتے ہیں یہ مقام حقیقت الحقائق۔ منقطع الاشارات۔ مجہول النعت  
 سلب معنی۔ لا بشرط شئی۔ عالم غیب۔ غیب ہویت۔ عدم العدم اور ابد الابد یہ  
 نامزد ہے۔ ہند میں سن ہوں۔ نروپ۔ نردمار۔ نرنجن اور پارہم کہتے ہیں۔  
 اگر کسی سوال کیا کہ ذات جب مست و بیہوش ہو تو ناقص ہے کیونکہ یہ فعل افعال  
 بندہ کے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ آدمی ایک دوسرے فعل کے کرنے سے اپنی اصلی حالت  
 سے تجاوز کر جاتا ہے۔ مثلاً شراب یا گانجہ افیون وغیرہ کے استعمال سے شکر غالب ہو کر اس کے  
 خون کو جوش دیکر صفرائی مادہ کے غلبہ سے اصلی حالت کو تغیر کرتی ہے کیونکہ آدم  
 خود صفت ذات ہے، جب وہ دوسری شے کا استعمال کیا جسکی صفت مثلا صفت  
 ہو تو وہ ضرور اسکی اصلیت کو تغیر کر کے اپنا اثر تلافی کیگی۔ مگر ذات اپنی انانیت اور  
 خود میں مست ہی وہ خودی ذات کی ہی صفت ہے، نہ کہ غیر کی لہذا ذات ہرگز ناقص  
 نہیں ہوتی جامی اگر فتار حجت از تو نشان چون باہیم + ایسے سر پر دہ آہل  
 تو بیرون زہیات + حقرت خواجہ بندہ نواز حسین قدس سرہ العزیز نے فرمایا



تفہیم کے لئے قرآن میں کمال بیان فرمائے ہیں۔ آگے اس زمین و آسمان و خور و  
کے کچھ نہ تھا مگر معرہ علمیت تھا اور انہیں کالاتہا اُس کالیے میں شعلہ تھا اُس شعلہ میں نور  
تھا اُس نور کا رنگ سیاہ تھا یہ وہ ایک غبار ہوا اُس غبار سے کُن کی آواز نکلی تو نکلی  
ہو کر ایک نقطہ پایا اُس نقطہ کو مقام اول کہتے ہیں وہ نقطہ نقیب ہے ستر ہزار برس  
اپنی بندگی کی اور اُسی محبت میں غرق تھا بعضے اُس بندگی کو مستی آواز آہند کہتے  
ہیں۔ دوسرے مقام میں وہ نقطہ الف کی صورت بن گیا پھر ستر ہزار برس عبادت  
میں مشغول رہا بعضے اُس عبادت کو صوت مطلق کہتے ہیں۔ جب اسم اللہ کا قرار  
پایا تب ذکر ہوئی آواز نکلی اُس ذکر سے آتش عشق پیدا ہوئی وہ آتش سے بکیر اور  
خود کی اور غصہ پیدا ہوا اُس وقت نام اپنا جلال پایا اُس سے جو سنہ پلا تو جمالیات  
پیدا ہوئی۔ چہا جلالیت اور ان جمالیات ہی موجود۔ جلالیت آگ پیدا  
ہوئی اور جمالیات آب، جب خودی اور کبر کی آتش نے اُس کو جو شہین لائی  
تو دیکھا کہ سوا اپنے اور کوئی ہے یا نہیں۔ کیونکہ پایا۔ وہ آتش جوش سبھی اور  
پسینہ پیدا ہوا یہ دم چھوڑا اُس دم کی ہوا سے پسینہ سُکھ کر مٹی کی شکل نظر  
آئی اُس کو چہار عنصر قرار دیکر نہرجکت پیدا کرنے کے لئے اُس الف کس پر  
وہ نقطہ نقیب اول کو رکھ کر میم کی شکل بنایا اور ستر ہزار برس اُس میم کی گہنگت  
میں سرگردان رہا جب اُس میم سے علیحدہ ہو سکا تو اُسی میم کے ساتھ دنیا میں  
اگر نام احمد اور محمد کا پایا سا لک نہ پیدہ دے اور وہ نہیں ایسا بیشک وہ ظاہر  
خدا سے یہ ظاہر مبینی سے، انہوں نے اُسے پانا اُس سے انہوں کو بکرا نکالے اُس  
مقتا نہیں ہے + اُس مقام کو مقام وصل کہتے ہیں مولانا روم تو یہاں

اصلاً کمال میں است و پس + تو دروگم شو وصال میں است و پس + چہ مقام ہو  
 مہوشی کا ہے جب تک خودی ثابت ہے یہاں تک سالک کی رسائی نہیں ہو سکتی اور  
 جب ہو تو ثبوت خود یکا نہیں ممکن چاہی ہر چند در نہان و عیاںیت خیر اور +  
 نے حذر ذات نہ نہان اور عیان + طالب دنیا لذت وصال مجرور + چونکہ اس  
 اپنی خواہش کو جد ہر جہی کرنا ہے وہ اودہر مقید ہوتی ہے ہر اس سے غلطی کی تیار  
 ہے مگر ایک خیال کو دو بجائے مقید کرنا ممکن نہیں اگر کوئی چاہے تو وہ نہ اودہر ہو سکتا اور  
 نہ اودہر ہو لا تا ہم خدا خواہی وہم دنیا سے دون + اس خیالست و محالست  
 جنون + یہ مرتبہ مطلق المطلق اور فنا فی اللہ کا ہے کسی عکس اطلاق اس پر ممکن نہیں  
 یعنی کم و زاید یا خاص و عام حتی کہ واحد کا تعین ہی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک کے  
 کوئی حصے کئے جاتے ہیں - گہر ہی ذات کا ثبوت لازم و مفروضہ + حدیث ابن کثیر  
 رَبِّكَ اَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ كَاَنْ فِي عَمَاءٍ مَاؤُهُ الْهَيَّوْا وَتَحْتَهُ الْهَيَّوْا یعنی کہا تھا  
 رب تمہارا آگے خلاق کی پیدائش کے برابر یا ایک اس کے نہی اور اس کے ہوا اور  
 نیچے اس کے ہوا حافظ گرزندہ دلی شہزادستان + درگاہ جانائے یا خلی موصوف  
 خود سے فانی جو ہوا حق سے بنا وہ بانی + اثر اثبات پر اچھا یہ نفی کا پہونچا +

الہام

اور جو لفظ ثانی کلمہ پاک اللہ جس سے اللہ تعالیٰ کی الہیت ثابت ہے درجہ اولی  
 میں اس قدم سے بری ہوا - یہ درجہ اثبات کا ہے - اسکو توحید - لاہوت - عالم لطیف  
 اور حقیقت محمدی کہتے ہیں اس درجہ میں ذات کو فقط اپنے اثبات یعنی ہستی کا ثبوت  
 ہوا مگر کوئی صفت کی صورت نظر نہ آئی - جیسے کوئی سو یا ہوا کچھ ہوشیار یعنی شکر خواہی  
 میں اس مقام کو اللہ ہی کہتے ہیں - درجہ اول الذکر میں ہی اثبات کی صورت لیا گیا

ثانی میں پوشیدہ تھی اور یہی صورت کمال بن کر درجہ ثانی میں لے آئی یعنی حالت میں گریز کے  
 ہوشیار کی کیفیت دکھائی ہے۔ زبان اندر زبان میند جھانکے ہوئے ہیں لکن فہم کا ش  
 جب پوری پوری کمال کی وقعت ہوئی جامی برون زود خیرہ را طیم تقدس + تجلی کر  
 بر آفاق و انفس + از یک لمحہ بر ملک و ملک یافت + ملک سرگشتہ خود را چون ملک یافت  
 زہر آئینہ بنمود + سپر جہات از و گفتگوئے + زوالت جہا آئینہ یافت + زوالت  
 خود ہر یک عکس انداخت + **الانسان مرئ الحی - الانسان سترى و اناسه**  
 یعنی انسان آئینہ ہر حکما - انسان بیدار میرا اور میں بیدار اسکا - جسکی شائین انسان  
 نقطہ دیا گیا وہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اور صورت ایسا ہی ہے  
**حدیث الایمان بین الخوف والترجاء** یعنی ایمان درمیان خوف اور امید ہے شہید کی  
 اور اللہ سے واصل اور ہر مخلوق سے شافل + خواص اس بزرگ کبریائی میں حرف ہر شدہ کا  
 لا درجہ خوف کا ہی اور لا اللہ امید کا - چونکہ درجہ اول میں ممکنات کو امید و خواہش  
 ہی کہ عدم وجود میں آئیں تو درجہ اللہ کی وجہ سے حالت تعین میں اگر رونمائی کی لہذا فرمایا  
 کہ **الانسان بنیاد سرائہ** یعنی انسان بنیاد و رب اس کے کی باین وجہ آپ حبیب محبوب حق  
 ہو مولف دیدار خود ہونے ہی دیدار احد کا ہو گیا + وصل جھکا خوب یہ قابو نظر آیا ہے  
**حدیث انا من نور اللہ و کل شیء من نور** یعنی میں نور سے اللہ کے اور تمام شئی نور سے  
 ہے۔ اگر اس وجود کا ظہور نہ ہوتا تو درجہ لا ہے اللہ میں ہرگز نہ آسکتا مولف تہنیک  
 مخفی میں لا تعین وہ اپنے اوصاف سے ترغین + سر پیار نبی نے اسکو لے آیا کشتہ میں کھنکھ  
 یہ وجود حقیقت الحقائق - بزرگ کبریائی اور مطلق المطلق ہے فقط مہر ہی ذات کے شہ  
 پر نام اسکا واحدیت یعنی ذات باعتبار وہ با صفت رکھا گیا - اعظم محمد ہونے تو حق

یہی ہوتا ہے سمجھنے کی بات پر کیا کریں ہم اور یہی نور لباسِ ظلمت میں پوشیدہ ہو کر  
 صدرِ سردی میں مت ہوا قولہ تعالیٰ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَبَشِيرًا مُبِينًا** یعنی ایسے نبی تحقیق بھیجا ہے تمہارے  
 کو ہی دینے والا اور تصدیق و تکذیب امت پر قیامت کے روز اور خوشخبری دینے والا  
 تاہم اگر وہ نیکو ثواب اور نعمت سے جنت کے اور ذرا نیوالا گنہگاروں کو عذاب دوزخ سے دنیا  
 میں اور بلا نیوالا خلق کو طرفِ دین کے بلکہ اس خدا کے اور چراغِ روشن - یہاں اللہ تعالیٰ  
 نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چراغِ روشن فرمایا - اس لئے کہ گنجِ حقیقی میں سوائے  
 تاریکی اور اندھیرے کے کچھ نہ تھا اور خود ہی اس اندھیرے میں بخود تھا **آپنجان گنج** کہ در  
 عرشِ نگینہ حسین **ویدہ بکشا** کہ در گنجِ سودا بینی **تو نور** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو  
 تعین ثانی نے کثرتِ غلبہ شوق سے قدر رکھا تھا شاد و کھلنے کے لئے جو اپنا اثر بتلا یا تو وہ خانہ تارک  
 روشن ہو گیا اس لئے فرمایا **مِنْ جَا مُبِينًا** اتم ہمارے گہر کے روشن چراغ ہو **مولف** منور  
 جہاں پہرے کے باعث **ہمارے** وہ زمین وہ جلوہ نما ہے **کیا** روشن خدا کا گہر وہ جسم **ہم**  
 کہا حق ہے کہ یہ بدر اللہ عجیب ہے **اگر** یہ چراغ ہوتا تو اسی اندھیرے میں وہ مت و بخود رہتا  
 نہ اپنی قدرت کاملہ کی خبر ہوتی نہ نور کا ظہور **لیف** حقیقی واقف کون ہوتا اگر عدم ہوتا  
 وجود **باعث** احمد سے اس مکان میں کیا کیا ہو گیا **اور** یہ نور مرتبہ احدیت میں مثل  
 نقطہ کے تھا مگر سیاہ درجہ وحدت میں تعین پاکر واحدیت میں نورانی اور چمکدار بنا اسی  
 شانِ تجلی سے کل کائنات ذاتی - صفاتی - اسمائی - افعالی - آثار کی اثبات کی تیسری راہی  
 لہذا فرمایا **لَوْلَا اَنْتَ لَمْ يَخْلُقْ الْاَفْلَاكُ** یعنی ای محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر نہ  
 پیدا کرتا میں نہ جیکو تو نہ پیدا کرتا میں زمین و آسمانوں کو عطار رہبرِ عالم چھڑا **آدہ** مذ

جسم اور محسوس و متصور ہوا۔ یہ باعتبار اس وجود کے اللہ کی ہستی ثابت ہے جیسے آفتاب کا  
 ثبوت روشنی سے۔ اگر آفتاب روز روشن نہ ہوتا تو آفتاب نہ کہا جاتا گو وہ بذاتِ موجود  
 ہے ایسا ہی اللہ کی ہستی تھی اگر نہ حضرت علیہ السلام کے علم کے باعث اللہ کے ہونا  
 کا ظہور ہوا عطا رہے حق را و نمود از از لطف حق۔ و در موصی را و نمود از از لطف حق  
 حدیث قدسی ابو الکلام رَوَاعِی حُجَّاتُ وَاَبُو الْاَجْسَادِ اَدْرَاعِی بَابِ اَرْوَاحِکُمْ مَعِی  
 علیہ وآلہ وسلم میں اور باب اجسام کے آدم علیہ السلام۔ عطا را و آفریدہ حق ترا از ہنس  
 جانہ از تو افق دست شور اندر جہان۔ **تیسرا** نقطہ کلیدی ایک کا **اللہ** ہے  
 درجہ مافوق الذکر یعنی دونوں مراتب کی تمیز یا کر اپنے صفات اور اعتبار سے جب الگ الگ ہوں  
 تو اس مقام کو واحدیت کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں سات صفات اور چار اعتبار و اوصاف  
 مثلاً کوئی سو یا ہوا جائے تو کچھ نہیں اور کچھ ہوشیاری یعنی شکر خواہی کی حالت ہوگی جس پر  
 کو وحدت کہتے ہیں جب پورا ہوشیار ہو گیا تو اپنی زندگی اور کمال، ہنر اور قدرت کی وقیفیت  
 ہوگی اس الگ الگ چار اعتبار کا ثبوت ہوا یعنی وجود۔ علم۔ نور۔ شہدہ۔ اور ہنر اعتبار سے  
 کا ثبوت بغیر ملاحظہ علم کے نہیں ہو سکتا۔ وجود یعنی ہستی کا ثبوت۔ علم اپنے جاننا  
 نور یعنی جس حدیث سے کہ وہ ذاتِ علم ہے جسکے باعث جمیع موجودات کا اپنی اپنی مختلف  
 صورتوں سے ظہور ہوا۔ شہود یعنی موجودات کا گواہی دینا کہ مخلوق کا خالق ہے  
 اور بہ سبب ان اعتبارات کے نفس۔ دل۔ روح کا ظہور ہوا۔ نفس یعنی حقیقت  
 زبان جس سے کُن کا امر صادر ہوا۔ دل یعنی حقیقت کان جو لفظ کُن کی آواز سننا  
 روح یعنی حقیقت آئینہ جو لفظ کُن سے فیکن کا ظہور دیکھا۔ ان تینوں میں بائیں  
 ایسی نسبت ہے کہ ایک کی سچی علیحدگی گوارا نہیں ہو سکتی۔ اور ان تینوں کے ثبوت

کے لئے سر۔ نور ذات۔ کا ہونا ضروری امر ہے۔ تسمیع یعنی درجہ اولیٰ گذر کر  
 درجہ ثانی میں از رو علم اپنا حال دریافت کرنے کہ میں کون ہوں اور کیا قدرت رکھتا  
 ہوں کر کے جستجو کیا۔ نور یعنی اپنی صفات کا علم کو جو از رو علم طرح طرح کی صورت پر مشابہہ  
 کیا۔ ذات یعنی ان اشکال کو جانا کہ یہ میرے ہی قدرت کا علم کا نمونہ ہے۔  
 جہدم اعتبار کا پورا ثبوت ہوا تو اول اپنی زندگی پایا اور سمجھا کہ میں زندہ ہوں اس وقت  
 دو صفت قرار پائے ایک حیا۔ دوسرا علم۔ حیا اسکی ازلی وابدی ہے۔ گو درجہ اول  
 نیسے ہی یہ صفت موجود تھی لیکن جب علم ہوا اسکی تمیز ہو سکی۔ جب علم ہوا تو علیم  
 کی صفت قرار پائی۔ یہ دونوں صفات با یکدیگر علیحدہ نہیں ہو سکتے چونکہ علم کے لئے  
 حیا اور حیا کی وصفیت کے لئے علم ضروری ہے اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یعنی تحقیق  
 اللہ اوپر تمام شے کے جاننے والا ہے۔ مضمون اب صفات کبریائیت برتر از ادراک کا  
 قاصر از کتبہ کمالت فکر و ادراک کا ہے اس علم کے بسبب اپنی حقایق موجودات کی  
 صورتیں جو مرتبہ غیبیت میں لباس عدم سے پوشیدہ تھیں نظر آئیں اسکو  
 بزرگی بخشنے اور ظاہر کرنے کے لئے جو لدا دہ کیا تو صفت مہرید کی پایا۔  
 ہے قضا و قدر یک نکتہ ارادیکاتر ہے۔ تو نے جو چاہا کیا نقطہ سے باتا ہو گیا۔ جب  
 علم و قدرت نے غلبہ پائیے تو ان اشکال کے ظاہر کرنے کی سکت اور ہمت پایا تو صفت  
 قَدْرِ کی ظاہر ہوئی اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اوپر تمام  
 شے کے قادر ہے۔ ہے جہاں ایک قطرہ آسا بحر قدر لگا کر ہے۔ کسکی قدرت ہے  
 کہ قدرت پر ترقی انگلی رکھے۔ تب اپنی قدرت کاملہ ممکنات کے لباس عدم کو دور  
 کر کے لباس شہادت سے مشابہہ کیا تو صفت بصیرت کی پایا وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْاَعْمٰی



یعنی اللہ دیکھتا ہے کہ کون کون کچھ دیکھتا ہے اور کون کون نہیں دیکھتا  
 بلکہ ہر ترازوئی ہے مینا تیرا اور زبان حال کلام و ہوش کو سنا تو صفت ہے  
 کی پایا دھوا الشیخ البیہی یعنی اللہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کون سا فعل  
 ہے وہ تجھ سے پوشیدہ ہے و لکن ہی با نہیں چھپتی ہے جب تیرے زبان  
 و رسم پر ایک حال دوسری قال - حال وہ کہ صورت اپنی حقیقت خود میان  
 کرے مثلاً آبادی اور ویرانہ - آبادی زبان حال ہی بیان کرتی ہے کہ میں آباد  
 ہوں - علیٰ غرہ ویرانہ ہی - لیکن آبادی حالت ویرانہ کی اور ویرانہ آبادی کی نہیں  
 پائی جاتی - فہم من فہم - قال وہ کہ جسکا آواز سے تعلق ہو شمس صحر مرز زبان واد  
 گویائی کہ گوید - خود راداد جو بائی کہ جوید - زبان حال کی وقفیت سخت مشکل ہے  
 چنانچہ کسی دی یا تکلیف زدہ کی صورت سے جو اسکی واقعی حالت ہے ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتی  
 ناواقفیکہ وہ زبان قال سے نہ بیان کرے فیرا وجود اس بیان کے جو اصل حالت معلوم  
 نہیں ہو سکتی اور نہ وہ بیان کر سکتا - البتہ اہل دل سمجھ سکتے ہیں - انسان کا دل  
 خفہ ہے اسکو ہوشیار کرنا اہل دل کا کام ہے جب وہ بوساطت اہل دل ہوا تو خود  
 وہ انسان اہل دل یا زندہ دل کہلائیکا اور پیرائے تجا و زکر کے علم کلی حاصل  
 کیا تو وہ روشن دل کہلائیکا اسکے استحصا کے لئے اول خواب و بیدار یکا ایک  
 ہونا ضروری جامی خوش آنکس کن خیال و خواب بگذشت - سبکسار از چنین  
 گرداب بگذشت - عام مخلوق دنگو بیدار اور رانگو خوابین رہتے ہیں لیکن  
 خاص راتدن دونوں ایک ساتھ گزارتے ہیں چونکہ صانع الوجود بادشاہ ہے جو  
 اسکا نکالنا اور ممکن فرما بردار - ہر ایک ذی روح کی یہ حالت ہے کہ دنگو غلام بادشاہ



اور بادشاہ کو غلامی امور میں مصروف رکھتے ہیں جو خلاف اس کے  
 رائے بادشاہ مقید رہتا ہے اور غلام سمیر میں۔ لیکن سالک بادشاہ کو اپنے نزدیک  
 رکھتا ہے غلام کو کاروبار میں مصروف رکھتے ہیں اس لئے کل جہان کی کیویت واقف رہتا  
 ہیں۔ بہتیا بغیر میر کا مل کے حاصل نہیں ہو سکتی **مولف** مثل عاشق باش ہر دم  
 خاکسار ہائے دل را بہت خویش آرہ اور ان موجرات کی غرض کو قبولیت میں  
 لاکر با حروف کاف و نون یعنی کن کہا تو صفت حکیم کی پایا **س** نہ با نرا داد نطق و کامنگا  
 کہ تا گوید ثنائے شکر باریک حیات۔ علم۔ ارادہ۔ قدرت ایسے صفات ہیں اور سمع  
 بصر۔ کلام اہمہا صفات ہیں۔ بہ سبب مذکورہ چار اعتبار نو بلوں ثابت ہیں جنکو  
 نفس۔ دل۔ رُوح۔ سر۔ نور۔ ذات۔ ارواح مثال۔ شہادت کہتے ہیں۔ نفس  
 دل۔ رُوح صفت ذات ہیں۔ سر نور ذات فعل ذات بن۔ ارواح۔ مثال۔ شہادت  
 ان صفات اور افعال کا نتیجہ ہے۔ صفا اور افعال کا بیجا صفحہ ۱۰۵۹ میں مذکور ہے  
 ارواح اسکو کہتے ہیں جو صفات اور اعتبارات کے بلحاظ نظر تعین کے ساتھ تجلی  
 کر کے اپنے حسن قدیم کو دیکھا تو ہزار مختلف آئینوں کی صورت نظر آئی اور ہر ایک آئینہ  
 میں ایک ایک صورت بحیثیت اس آئینہ کے معلوم ہوئی اسکو ایک لباس حکمی پہنا کر  
 اور اپنے روح کو اس میں پہنک کر ایک پتلا نورانی فرما بردار بنایا نفیۃ فیہ من رُوح  
 یعنی پہنکا بیچ اس کے روح میرا۔ رُوح چیست الروح من امر ربانی یعنی روح امر  
 ربکا۔ مثال۔ یعنی اس فرما بردار نورانی پتلے کو ایک لباس تعینی پہنا کے میناقین  
 انست بر حکیم کے خطاب سے فرما کر قالو نبی کا جواب سنا۔ اسی وجود قیامت روز  
 حاضر ہو گا اور نیکی بدی کی جوابداری ہوگی۔ اور یہ جسم حادث۔ اس وجود کے صفا

رسالہ توضیح النکات: میں تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالم کو دو قسم میں تقسیم فرمایا۔  
ایک عالم لطیف۔ دوسرا عالم کثیف۔ عالم لطیف کو عالم ارواح۔ عالم اسرار اور عالم انوار میں  
کہتے ہیں۔ عالم کثیف کو عالم اجسام۔ عالم عناصر۔ عالم خلق۔ عالم شہادت۔ عالم نما  
اور عالم کون کہتے ہیں۔ عالم لطیف مفرد ہے اور عالم کثیف مرکب۔ مثالی وجود  
عالم لطیف میں شریک ہی۔ اور عنصر آتشی سے بنا ہوا۔ شہادت۔ جو وہ فرمایا ہے  
نورانی تیلے کو لباس تھیں سے مزین کیا تھا اسکو چشم ظاہر میں سے معاینہ کر کے لئے لباس  
خاک پینا کے شہادت الوجود کے نام سے آشکار کیا اور اسکی پیدائش کو نسل پر موقوف  
رکھے چار عنصر یعنی آب و آتش و خاک و باد سے مرکب کر کے حید موت و وجود مثالی کو  
پیر اصلی جاہر قائم کر کے لئے نفی کا اطلاق ثابت کیا محض ردید حسن خویش با چشم  
شہود۔ خود بجلی کر در ملک وجود۔ اس وجود ظہور سے مثبت ایزوی ہی نہیں  
کہ اپنی حقیقت معرفت سے آگاہ کرے اور علم اپنا سکھلا۔ پیر سکھ کے زریا و علم آدم  
الانسانا کلمہ یا یعنی سکھلا پہنچے آدم کو کام نام۔ نکتہ ہا چون تیخ الماس تینر  
گر نزاری تو سپر واپس اگر نہ۔ اور اسکی خواہش کو نفس مارہ یعنی وجود خاکی کی چاہ  
پر موقوف کیا اور فرمادیا کہ مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ الْأَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى وَأَضَلُّ  
سَبِيلًا یعنی جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہا سو آخرت میں بھی اندھا ہی اور وہ بہت کہو  
ہو ہی راہ کو عطار پر کہ اینجا دید محروم است۔ در قیامت زلزلت دیدار۔ اند  
یہ مراد یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی معرفت اور دیدار سے دنیا میں اپنی آنکھ کو بند رکھے  
تو وہ آخرت میں بھی دیدار سے محروم رہیگا۔ دنیا دو صفت سے موصوف ہے اور وہ صفات  
ظاہر و باطن سے خلق کہتے ہیں اول یہ کہ انسان زہد و تقویٰ۔ میرانی۔ عجز

فصاحت - صبر - فقر و فاقہ و غیرہ اور عشق حقیقی حاصل کر کے جہان کو حاصل ہو گیا  
 زہد و تقویٰ چہیت اگر مرد فقیر و لاطیع بود ز سلطان و امیر - اس خواہش کا ثقل  
 نفس مطمئنہ ہے - انہیں اور صاحبیدہ کی شانین دنیا کے نسبت اللہ دنیا من رعد الارض  
 ثابت یعنی نیاز راجت آخرت کی - دوم وہ کہ انسان تکبر - ریا - بغض - حسد - تعصب  
 امانیت - حرص - جہا - بے صبری - ہوس وغیرہ وغیرہ کا عادی ہو کر شیطان کی قریب  
 پیدا کر رہا ہے - بلکہ خود شیطان بن رہا ہے - ای انا کفنتن تر اشیطان کند - چون اذان  
 گزری یقین انسان شوی - منجملہ ان صفات کے ایک خاص ایسی بری شے ہے کہ خواہ مخواہ  
 انسان کا نفس کے طرف راغب ہو جائے لیکن صلیح راسد حرف اندہ ہر سہ تہی - علی العموم یہ  
 بات ہر کس دنا کس پر اظہر من الشمس ہے مگر تقاضائے نفس سے مجبوراً دست درازی کا موقع  
 ہاتھ آتا ہے سعدی ہر کہ بر خود در سوال کشاد - تا بحیرہ دنیا مند بود - آنگذارد و  
 بادشاہی کن - گردن بی طمع بلند بود - یہ خواہش نفس مارہ کی ہے یہی برائیوں کی وجہ ہے  
 اللہ یناجیف و طالیہا کلاب کا حکم صادر ہوا یعنی دنیا مردار ہے اور طالب اسکا کتا  
 اور نہیہ امر قابل غور ہے کہ جب اللہ کا وصال اس دنیا کی صفت اول پر موقوف ہے تو دنیا  
 جو دو صفت کو مشوبہ بلحاظ صفت اولی کے ہم اسکو ہرگز بری نہیں کہہ سکتے اگر کہیں  
 تو ہر دو صفات پر اس بُرائی کا پورا اثر پڑے گا اور وہ صفت دوم علیحدہ نہیں ہو سکتی  
 عارف کہ لہو یہ مقام سکوت فنا عشق میگوید گویم شرح میگوید خوش در میان رہنا  
 فنا کو کو نہ ہا کے لہو سعدی گفتہ اند کہ کسی بانو کا - ولیکن چو گفتی و لبش بیار -  
 اور نیز علم معرفت حق سبحانہ تعالیٰ سوا انسان کو دوسرے کو حاصل نہیں اور اس علم کی تحصیل  
 بجز پیدائش دنیا کے غیر ممکن ہے یعنی ارواح نامید با علم معرفت معذور ہیں - دنیا

مشاطہ است۔ تو یار بنماید عیان کہ چا دنیا چیت خلوت خانہ وصل خداست + اب آن  
 صفا کی ہر کہ دنیا علم معرفت حاصل کر نیکی جائے پس ایسی چا کہ تحصیل علم معرفت کے خلا  
 تحصیل کر کے مردار کہنا نازیبا، بلکہ مردار ہم ہو جو صفت اول کو اسکی ترک کر کے صفت دوم  
 کی طرف راغب ہو کر چہ کو ہرے کے ساتھ منسوب کرنے میں چیت دنیا از خدا غفل  
 بدن + نے قماش نفرد و فرزند وزن + یہی صفت ہمارے مردار ہے۔ دنیا کے معنی  
 خواہش کے ہیں اور خواہش کا تعلق نفس سے ہے خواہ وہ برائی کی طرف راغب ہو یا بھلائی کے  
 نفس مارہ کے ساتھ ہی دنیا مردار ہے اور نفس مطمئنہ کے ساتھ من رعة الآخرة۔  
 مَنْ أَرَادَ الدُّنْيَا فَلَهُ الدُّنْيَا وَمَنْ أَرَادَ الْعُقْبَىٰ فَلَهُ الْعُقْبَىٰ وَمَنْ أَرَادَ الْمَوْلَىٰ فَلَهُ  
 الْمَوْلَىٰ یعنی جو ارادہ کرے دنیا کا تو دنیا اسکے ساتھ ہے اور جو ارادہ کرے عقبی کا پس  
 اسکے ہی عقبی اور جو ارادہ کرے مولا کا پس ساتھ اسکے ہے مولا۔ اور یہ خاص معرفت کیلئے  
 فراد یا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ یعنی جو شخص جانا اپنے نفس کو پس تحقیق وہ جانا  
 اپنے رب کو۔ یہ خطاب نفس کا طرف حمید کے ہے یعنی جس نے جانا نفس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو  
 تحقیق وہ جانا اپنے رب کو مولا ناروم سر بنیان است اندر حد غلاف + ظاہر میں با  
 باطن بر خلاف + اس معرفت کیلئے پیر کامل کا ذکر کیا گیا حدیث مَنْ لَا شَيْخَ لَهُ  
 لَهُ كَامِلٌ فَشَيْخُهُ الشَّيْطَانُ یعنی جس کا پیر کامل نہیں پس شیخ اسکا شیطان ہے۔  
 مولا تا اب بسے ابلیس آدم روہمت + پس پیر دینے نشاید داد + بعضے کو  
 وحدت الوجود کے قابل ہی نہیں۔ بعضے کو کا یہ خیال ہے کہ علم نکات درمزد اسرار الہیہ  
 کو حاصل کرنے یا باعنا ہو اور کانرا کہ خبر بد خبرش باز نیامد۔ حالانکہ یہ  
 عام حکم دیا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنْ مَّيْمَنًا لَّعَنَ اللّٰهُ تَحْفِيقُ وہ لوگ

بیعت کرتے ہیں جیسے سوا اس کے نہیں کہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے بیکہ اللہ فوق  
 ایدہم کا تہہ اللہ کا اوپر تون انکے کے نہیں نکلتا فَاَتَايَنَّكَ عَلَى نَفْسِهِ  
 پس جیسے ہمد توڑا پس اس کے نہیں کہ ہمد توڑا اوپر جہا اپنے کے ومن اوفی بک  
 عَاهِدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ تَسْوِيَّتِهِ اَجْرًا عَظِيْمًا اور جن نے وفا کی ساتھ اس جہیز کے کہ  
 عہد کیا، اوپر اس کے اللہ سے پس جلد دیگا اسکو ثواب بڑا۔ باوجود اس آیت صبیحہ  
 کے بعضوں کا قول ہے کہ اگر شیخ راہِ راست پر لیجا فیہا والا تہ تدارک اسکا سوا جہنم  
 کے اور کیا ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ استحصاں علم معرفت سے آجنگ کی گمراہ تہو اور  
 نہ ہوگا۔ اور نیز معرفت کا حاصل ہونا حسبِ صلہ مرید کے ہے۔ البتہ یہ امر دشوار ہے کہ  
 عارف سالک اور سالک مجذوب ہو اور اس سے تجاوز کر کے وصال حقا حاصل  
 کرے۔ اہل صوفیہ کا اصل اصول یہی ہے کہ اللہ کی وحدانیت یا شرک ثابت نہ ہو  
 لاشریک کے قید سے ہی مطلق المطلق ہو جامی دردنق گدا اطلش ہمہ اوست  
 ہمایہ و ہشتین و ہمراہ ہمہ اوست در انجمن فرق و نہا نجانہ جمع و اللہ ہست  
 شم باللہ ہمہ اوست۔ اگرچہ فی زمانہ مابین اہل مذاہبہ نزاع واقع ہے کہ بہ نسبت  
 دوسرے کے میرا پیر کامل اور میں عارف باللہ۔ حقیقت میں معرفت کا حاصل ہونا  
 حسبِ نشاءِ انزوی ہے ہر فرد بشر کی قسمت علیہ ہے یہ سبھی کوشش تری بیگناہ  
 اصل میں اسکی کشش درکار ہے۔ لیکن اس نزاع سے وحدانیت الہی میں شرک  
 یا کوئی فتور واقع نہیں ہو سکتا جسکا نتیجہ جہنم تک پہونچا ہے۔ اور نہ کسی اہل صوفیہ  
 نے دو خدا کا ثبوت پہونچا یا نفوذ باللہ من ذالک۔ اب یہاں ہم کہتے ہیں کہ مرید  
 کے لئے پیر کامل کے عوض اعتقاد کامل چاہئے جسکا اعتقاد درست نہیں اگر وہ

ہزار پیر کامل ہائے تو اُس کے لئے ہر ایک نام کا وہی رنگ کا مثل میں خست اگر اعتقاد میں ہوں  
 است۔ اور جنہوں نے دنیا کی صفت دوم پر خیال کر کے پیر ہی نہ پایا لگو لگو پیر پیدائش صرف  
 تعدادی یعنی دنیا کی پیر کی تہری اور وہ دین کے ہیں نہ دنیا کے **چند** لا اِشْرَکَ لَہُ  
 لا دِیْنَ لَہُ وَ مِنْ لَادِیْنِ لَہُ لا عِزَّ فَا ن لَہُ وَ مِنْ لَاعِزَّ فَا ن لَہُ لا حِزْبَ لَہُ وَ مِنْ  
 لا حِزْبَ لَہُ لا اَنْسَ لَہُ وَ مِنْ لا اَنْسَ لَہُ لا مَوْلَا لَہُ بِنِیْ جِکُو پیر نہیں دین نہیں ہیں  
 اور جس کو دین نہیں عرفان نہیں اُس کو اور جس کو عرفان نہیں عشق نہیں اُس کو اور جس کو عشق نہیں  
 محبت نہیں اُس کو اور جس کو محبت نہیں مولا یعنی اللہ تعالیٰ نہیں اُس کو۔ حضرت امام جعفر  
 صادق علیہ السلام روایت ہے کہ جب جانا حق سبحانہ تعالیٰ نے کہ خلق میری معرفت اور اطاعت  
 سے عاجز ہی اور منظور تھا کہ اُن کو اپنی معرفت دیو اور تعلیم احکام کرے تب پیدا کیا ایک شخص کو اُن کو  
 جس سے اور پہنایا اُس کو خلعت اپنی صفت کا کہ باعث رحمت، اور فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَاكَ  
 اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ نہیں بھیجے تھے تجھ کو مگر رحم کر نیوالا عالموں کا۔ اور گردانا اطاعت اُس کی  
 عین اطاعت اپنی اور اُس کی محبت کو عین محبت اپنی اور اُس کی ناخوشی کو عین ناخوشی اپنی اور  
 فرمایا مَنْ یُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلٰی فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَیْہِمْ حَفِیْظًا  
 یعنی جس نے حکم مانا رسول کا اُس نے حکم مانا اللہ کا اور جس نے مُنہ پیر اُس سے تو جس نے تجھ کو نہیں  
 بھیجا اُنہیں نگہبان **۷** رہ نہ اسی نادئی راہ ہدایت را کہ ہستی در حقیقت **چند**  
 مَنْ یَعْرِفِ الْحَقِیْقَةَ وَالشَّیْعَةَ بِلَا اِمَامٍ فَقَدْ کَفَرَ یعنی جس نے جانا حقیقت اور شیعہ  
 کو بغیر امام کے پس تحقیق وہ کفر کیا۔ یہ وہ وجود جو مقام احد میں کل جا کر پردہ و ست  
 اٹھا کیے ذات کو صفا کا تماشا دکھلا یا **پیت** تولا کا پردہ کہول کر مُنہ دیکھ لے اللہ کا  
 اُس مُنہ میں مُنہ کیا خوب احمد رسول اللہ کا۔ جس نے اس میر کامل اور میر صادق صلوات



علیہ السلام کا پتا پایا گیا اللہ کا وصال حاصل کیا مولف محمد کا ہر ملنا عین دشوار  
 خدا کا وصال کچھ مشکل نہیں ہے۔ خاص میں وجود کی معرفت کیلئے شہادت الوجود کا عین ہوا  
 جسکو واجب الوجود کہتے ہیں۔ اس کے امکان سے خدا کا وصال حاصل اگرچہ یہ وجود بظاہر  
 ہمیشہ انسان ہے لیکن تا وقتیکہ جو انسانی نہ پیدا کرے نفس نہیں ہو سکتا البتہ نام کیلئے  
 موضوع، **الْإِنْسَانُ مَرْكَبٌ مَعَ الْخَطَاوِ وَالنِّسْيَانِ** یعنی انسان مخلوق ہے ساتھ خطا اور  
 فراموشی کے۔ اٹا گزرا عین اللہ کی زیادہ تر عظم و خطا وار ہو جبہ کار دنیا کے جو صفت  
 دوم ملحق ہے۔ **ہر جائیکہ باشی با خدا باش**۔ زخود بیگانہ با حق آشنا باش۔ پیدا  
 انسان اللہ تعالیٰ نے چار قسموں کے ساتھ بنایا فرماتا ہے **وَالْبَشَرِ وَالْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْطُّغْيَانِ**  
**سَبْعِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ**۔ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ**  
 قسم ہے انجیر کی اور قسم، زیتون کے درخت کی اور قسم، جہازوں والے پہاڑ کی اور قسم اُس  
 شہر امانت والے کی یعنی مکہ معظمہ کی مقرر چنے پیدا کیا انسان کو بہت اچھی صورت اور ترکیب  
**زبے پاک کی کہ از خاک ز قدرت**۔ وجود آدمی را کرد صورت۔ اس پیدا بش کا  
 بیان رسالہ توضیح السمات میں بیا گیا گیا ہے۔ اور زمین و آسمان کو پی دی شامارج  
 یعنی احثیت۔ وحدت۔ واحدیت۔ ارواح مثال۔ شہادت پر عیان کیا لیکن عارف  
 الوجود کو ان کے درمیان برزخ کبریٰ قرار دیکر کم و بیشی افعال کے نئی سے شاہین تر از  
 معرفت ہرایا۔ زمین کو سا حصوں پر تقسیم کر کے بادشاہت کے لئے ہفت اقلیم نامزد  
 کیا۔ اور آسمان کو بھی شمس۔ قمر۔ مشتری۔ زہرہ۔ زحل۔ مریخ۔ عطارد کی بادشاہت  
 دیا۔ لیکن خاص اپنی جلالت کا اثر دکھلا کیلئے آفتاب کو یسے کم و کاست تیزی حرارت  
 کے ساتھ روز روشن کیا۔ اور ماہتاب کو جلالت پر با عروج و نزول سردی کے



ساتھ موافقت کر کے بظاہر محقق یعنی گہساؤ کا سلسلہ قائم کئے شب چراغ بنایا تاکہ قائم و  
 حادث کی تمیز ہو۔ فی الحقیقت ماہتاب گہتا بنین لیکن ایک پردہ ایسا حایل ہوتا ہے  
 جو بالکل روشنی اور چمک مانع ہے۔ اس طرز تحریر کو عارف خود سمجھ سکتے ہیں سالک خدا  
 کو تھمہ نہیں بولا جاتا نہ ہی کو خدا کہتا کیونکہ ہو سکیگا کہ یہ بندہ اپنے اس کے وہ خالق سے انکار کیا  
 اُنکے میں اور وہ انہو کا یقین ہے۔ اگرچہ جلالت و جمالت صفت ذات میں لیکن جلالت  
 سے جمالت کا ظہور ہے لہذا اسکو عبودیت لازم و ملزوم ٹہری چونکہ بظاہر عبودیت میں  
 فرق چاہئے اور باطنی اشرار ربوبیت کا لٹا ظاہر میں بجز ربوبیت کے نہیں رکھا جاسکتا  
 عرفی باطنی امتیاز ترک ادب دان کے شرط بود در بیان فاصلہ کم و دشمن۔ جو شخص اپنے  
 عبودیت کو قائم رکھ کر ربوبیت کا لٹا رکھے تو وہ مسلمان با اہل عارف ہی سمجھ بندہ نہا  
 یہ کہ زفقیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورو۔ یہی صوت سلامتی کی پیدائش کیلئے اللہ  
 تعالیٰ چار قسمیں کہائی جب وہ علیہ ہوئی تو اس فرقت کو گوارا نہ رکھ کر محض اقرب  
 الیہ من جبل الوریث فرمایا یعنی نزدیک زیادہ ہوئیں تمہارا شہ رگ ہے۔ مگر حق تعالیٰ  
 نہ ان کے جسم میں نہ خیال و وہم و گمان میں اور اور نہ کسی شے میں گہسا ہوا لایسعی  
 فی الارض و لا فی السماء وَلَکِنْ یَسْعٰی فِی قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی مت دہو  
 اللہ کو بیچ زمین کے اور نہ بیچ آسمان کے لیکن دہو نہ ہو خدا کو دلوں میں مومنوں کے  
 اسلئے کہ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرَفَتْ اللہَ تَعَالٰی یعنی دل مومنین کا اللہ تعالیٰ کے پہنچنے  
 کی جا۔ اور وجود یہ جو حق کو تنقید کرتے ہیں ذلالت کے کنوئیں جہان کے ہیں چھ  
 مَن عَرَفَ رَبَّہٗ بِالْجِسْمِ فَہُوَ کَافِرٌ جیسے جانا رب اپنے بیچ جسم کے پس تحقیق وہ  
 کافر ہے مَن عَرَفَ رَبَّہٗ بِالطَّعِیْنِ فَہُوَ نَاقِصٌ جیسے جانا رب کو اپنے ساتھ طبیعت

پس تحقیق وہ ندیق ہے۔ مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ بِالنَّفْسِ فَهُوَ الْمَحْدُ جِسْمِ جَانَارِ کُیُو اِنِ  
 نَفْسِ لَعْنَةِ اِنِی زَاتِ یَے پس تحقیق وہ محمّد ہے۔ مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ بِالْعَقْلِ فَهُوَ حَکِیْمٌ  
 جِسْمِ جَانَارِ کُیُو اِنِے ساتھ عقل کے پس تحقیق وہ حکمت والا مَنْ عَرَفَ رَبَّهُ بِاللِّسَانِ  
 فَهُوَ عَارِفٌ جِسْمِ جَانَارِ کُیُو اِنِے ساتھ لیسے کے پس تحقیق وہ عارف ہے۔ مَنْ عَرَفَ  
 رَبَّهُ بِرَبِّهِ فَهُوَ اَوَّلُ جِسْمِ جَانَارِ کُیُو اِنِے اپنے پس تحقیق وہ واصل ہے  
 اللہ کا پییدہ عارف الوجود ہے اور انسان کا خطاب اسی پر نازل ہوا اور یہی قلب المؤمنین  
 ہے مولا نا کعبہ مروان نہ از آب گل است۔ طالب دل شو کہ بیت اللہ دل است۔ اہل  
 تعلیم مسجد میکند۔ در خطاہل دل جد میکنند۔ آن مجاز است این حقیقت است  
 خزان۔ نیست مسجد جز درون سروران۔ ہر کہ اون کی کند در حق نامس۔ بہترین  
 مردان اور شناخت۔ تسخیر دل خلق اللہ ستر بریں کی عبادت سے افضل تر ہے  
 دل وہ نہیں جو واجب الوجود میں مصفہ کی شکل پر ہے بلکہ دل وہی جو ہر عالمین بقصر  
 کے ساتھ شامل رہ کر نیکی بدی کی ہدایت دیتا ہے اس محکمے کو عارفان ذی یقین خود  
 سمجھتے ہیں عطار مسجد تو مقام تسلیم است۔ قبلہ گاہ تو طاق ابرو یار۔ حج چہ باز خود  
 سفر کردن۔ یکجا جانب ہدایت کار قولہ مگر خدا موجود و برحق است و در ذات  
 دیگر نیست الا ذات آدم کہ بزرگتر است ترجمہ مگر خدا موجود و برحق ہے، اور ذاتین  
 دوسرے کے نہیں، سو ذات آدم کے کو سطر کہ بزرگ زیادہ، التسخیر مراد اس سے ہے  
 کہ اللہ کی ذات کو کسی شریکت نہیں مگر قیام گاہ اُسکی ذات آدم ہے جسکو عرش اللہ کہتے  
 ہیں چنانچہ زمین و آسمان وغیرہ کی برات اور انسان کا رجوع ہونا اس دلیل سے ثابت ہے  
 اِنَا عَرَضْنَا الْاٰمَانَةَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَكَانَ رَاضٍ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَ اَو

در  
 عارفانہ  
 بیان  
 حق  
 فی  
 حق

اشقق منها وحملها الإنسان یعنی رو برو کیا ہونے امانت کو دینے پر اسکا دل کے  
 اور زمین کے اور پہاڑوں کے پس انکار کیا ہے یہ کہ نہ اٹھائے اور نہ گئے اسے اور  
 اٹھالیا اسکو انسان نے حافظ آسما بار امانت نہوائست کشیدہ قرعہ خال بنام میں  
 دیوانہ زوند۔ ذات آدم میں ذات حق کا ثبوت ایسا نہیں جو انجائی کہدا انکار  
 تین قسم پر اول اتحاد مجنس جیسے آب و گل کی موافقت دوم اتحاد طول شریفی جیسے  
 بوسپول میں سوم اتحاد طول طریفی جیسے پانی کو زہ میں۔ ذات بیچون و بیچر قیود  
 حلول سے پاک اور پاک ہے۔ قید چہار قسم پر اول قید خاص کا لایا جو زنگی کے  
 ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کی حیثیت کی حیثیت سے متشابه نہیں دوسرا قید عام جو صبح و شام  
 کے متعلق ہے اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور سنا بندے کے دیکھنے سننے سے موافقت نہیں کہتا  
 تیسرا قید اطلاق یعنی نسبت ماوراء الوردی کہ سوا مخلوقات کے جوشی ہے اسکو اللہ  
 باننا چونکہ قید تعبد یعنی صفا کے ساتھ قید کرنا۔ ان قیود سے ذات حق سب سے تعالیٰ  
 برکتی ہے بیت موج خاکی فہم و دہم و فکر راست موج آب و صحر و کمرست و فحاست  
 اللہ کی وحدانیت کا علم اللہ ہی جانتے بھٹے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس جسم خاکی میں ہے  
 بھٹے کہتے ہیں کہ جس وجود واحد میں قبول عوارض کی قوت، وہی خدا اگر دوسرا وجود  
 اسکی علت ہو تو اسی علت العلل کا نام اللہ ہے۔ یعنی جو وجود ناقابل عدم، اسکی علت  
 تو تین فعل الفعال کے جسکو قبول عوارض کہتے ہیں موجود ہیں یہ مسئلہ وجود پر کا ہے  
 جسکو وجود پرست کہتے ہیں۔ بھٹے کہتے ہیں کہ وجود معلول وجود علت کے ساتھ لازم و  
 ملزوم ہے کیونکہ علت ابدی و ازلی ہے تو بلاشبہ معلول بھی ابدی و ازلی ہو ایسی  
 ہی جو علت ازلی و ابدی کی معلول ہے ازلی و ابدی، یہ مسئلہ شہود کا ہے جسکو ظاہر

پرست کہنے میں اسلئے حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَجَادِلُ فِي**  
**اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَتَشِيحٌ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّبْهُرٍ** یعنی وہ لوگ ہیں کہ جھگڑتے ہیں بیچ نوحید اللہ  
 کے بغیر جاننے کے اور پیروی کرتے ہیں شیطان سرکش کی۔ **لَعَزَّ وَتَلَّ** منہا۔ ذات حق سبحا  
 تعالیٰ ان تمام قیود سے بری اور پاک ہے۔ چونکہ صاف فرمادیا کہ میں ان کے دلیں ہواہیات  
 طالبانِ درجہ جوئے اور بندہ عالم اور گفتگوئے او بندہ عارفانِ معرفت دریا فتندہ سا  
 مرکب درین رہ تاختندہ زائد ایک شتمہ از و یا فتندہ سالہا با سوختندہ در ساختندہ  
 عاشقانِ دیدار و اوعیان و دستہا شستندہ ہر ساز جان آوردہ انکو جو بیدار شد کا  
 اسکے بیدار سے اشرف المخلوقات کے خطاب سے سرفرا کر لقا کر مٹا بنی آدم کی خلعت  
 پہنا یا یعنی تحقیق کہ بزرگ کئے ہم نے اولادِ آدم کو مولفِ جامِ جو بنائیکو ایک انسان کی صورت  
 وہ صالح بیچون خود بن گیا انسان جو انکو بنایا نقشے میں جا کر **قوله رسول** فرستاد  
 خدا است۔ ترجمہ رسول بھیجا ہوا خدا کا ہے تشریح اسی نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کے ظہور کے لئے اولادِ آدم کو بزرگی بخشا اور وہ کبسا نبی جو فرمایا **لَا تَقْرَنُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ**  
**اَحَدٌ** نہیں فرق کرتا ہے کوئی درمیان میرے اور تمہارے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کی صورت حقیقی سے اولادِ آدم کو پوری پوری مشابہت، انشاء اللہ سکا  
 پیا آگے آسمان عطار باتو گویم تہ اسرار نہان + اے برادر نقشِ انقاش دان + اکابر اور  
 غیر حق خود نیست کس + اہل معنی را بھی ایک حرف بس + اور یہ وہی شبہات، جو وحدت  
 سے کثرت میں آئی مولفِ ثنا خوان ہوں قناتس شاہدِ عالم کائین اسدم + جمال  
 پاک پر جسکے خدامفتون و شہداء + بہانے حضرت قدس سرہ نے سوال و جواب کی طرز پر  
 بیان فرمایا سوال کلام طیب و احداست **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** جانش میرود۔

و محمد رسول اللہ مثل باشد لیکن کلمہ تمام ہمراہ جان است با ہمراہ تن ترجمہ کلمہ طلب واحد ۳۳  
 یعنی بلا شریک احدی حق تعالیٰ کی وحدانیت ثابت کرنا ہے۔ جب مومن سر لا الہ الا اللہ  
 کے ساتھ اسکی جان لگتی ہے اور محمد رسول اللہ مثال تن کے ہے لیکن تمام کلمہ ہمراہ جان  
 ہے با ہمراہ تن کے جواب کافی است۔ اللہ اسم ذات۔ و جان موصوف۔ پس اسم موصوف  
 تن موصوف است۔ بدانکہ لا الہ الا اللہ اسم ذات و جان مومن ہر ذات خدا است۔ پس صفت از  
 موصوف جدا نمیشود۔ و ذات محمد رسول اللہ ذات خدا است لیکن تعین محمدی بظاہر از  
 کمال راستہ و نام وجود خاکی دارد ترجمہ لانیفی ہے اللہ اسم ذات اور جان موصوف  
 پس اسم بھی موافق تن کے موصوف ہے واضح ہو کہ لا الہ الا اللہ اسم ذات، اور ذات ممکن  
 ہی ذات خدا کی ہے۔ پس صفت موصوف سے جدا نہیں ہو سکتی۔ اور ذات محمد رسول اللہ  
 کی ذات خدا، لیکن ظاہر میں تعین محمد کا خاک ہے۔ اسلئے نام وجود خاکی رکھتا ہے  
 تشریح کلمہ طلب حق تعالیٰ کی وحدانیت یعنی وحدہ لا شریک کی سند ہے۔ اور سوت  
 قل اللہ احد سے آفتاب اور لوح حقین کی برات کا ثبوت، لیکن یہاں حضرت شاہ ثمر قدس سرہ  
 نے صرف کلمہ کی صفت بیان کی ہے۔ بیا بشنوا من حدیثی درست و زود خدا کہ  
 لو کو معنی بسفت۔ مثلاً آفتاب ذات اور نور صفت آفتاب۔ روشنی یعنی ظہور نور  
 یہ صفت الصفت، جب آفتاب غروب ہوگا تو صفت الصفت اسکی صفت کے ساتھ  
 ملکر ذات میں گم ہو جاتی ہے اور ہرگز علیہ نہیں ہو سکتی اگر علیہ ہوتی تو بے غروب آفتاب  
 روشنی اپنی حالت پر قائم رہتی مثلاً نمک۔ اصل ذات اسکی باقی ہے۔ اس پانی کی  
 صفت مزایا رنگ وغیرہ اور صفت الصفت جسم ہے۔ جب وہ اپنی ظاہری حالت  
 سے تجاوز کر جائے تو مزہ اور جو نمک ہر دو ذات میں فنا ہو جائیگے چونکہ اسکے درمیان

انکا کوئی تعین نہیں ہو سکتا جو اپنے جسم سے تجاوز کر کے دوسری حالت بتائے کہ اطلاق  
 وجود اس پر ثابت ہو۔ یہ حالت وصل کی ہے۔ وصل اور قربیت میں بہت براکت  
 وصل انکو کہتے ہیں کہ فرق دوئی سے تجاوز کر جا جیسے نیک اور باقی۔ بظاہر فی ما بین  
 کی علی کی ہے جب ایک سے دوسرے کا وصل ہو تو صورت تعین غیر تعین نہیں ہوتی،  
 کہ قید دوئی اٹھ جاتی ہے اور قربیت میں باقی رہتی ہے کیونکہ روح کو جب تک جسم  
 تعلق رہے وصل نہیں ہو سکتا وصل کیلئے جسم غیر فرد ہے یعنی جب روح جسم جدا  
 ہوئی تو اور ہر جسم فنا ہو کر اپنی ذات سے اصل ہوتا ہے اور ہر روح۔ یعنی ہر وجود  
 وجود مطلق ہو کر مرتبہ فنا میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور جب روح کا جسم سے تعلق باقی  
 رہے تو روح ذات میں فنا نہیں ہو سکتی کیونکہ جسم کی فایمی صفت کو ذات سے علیہ  
 رکھتے ہیں اور درمیان ان دونوں کے صرف ایک تعین کا فرق ہے جسکو صوفیہ کرام اپنی  
 خاص اصطلاح میں ایک قدم کا فاصلہ کہتے ہیں اور یہ تفاوت عہد و رب کے لئے ہے  
 اس نزدیکی کا نام قرب و قربیت ہے۔ قرب اور اوصال میگویند۔ وصل اور  
 محال میگویند۔ علی بذالقیاس النسا صفت ذات، اور تن صفت الصفت جب جان  
 تن سے انتقال کرے تو ہر دو اپنی اپنی ذات میں وصل ہو کر عین ذات ہوتے ہیں لیکن  
 ظہور کے لئے تعین فرد ہے۔ اور یہ تعین جسم خاکی سے تعلق رکھتا ہے درحقیقت صفت  
 ذات نور انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اپنا ظہور دکھلانے کے لئے وجود خاکی  
 روٹا ہوا۔ اس تعین سے یہ مراد نہیں کہ وجود پاک آپکا مثل اجسام جمیع امکا نہیں  
 بلکہ وجود پاک آپکا جملہ اجسام کی جان ہے۔ یہی ذات پاک درجہ اول میں احد کے  
 نام سے نامزد تھی درجہ ثانی میں اپنے جملہ صفات کی تمیز پاکر وجہ ثبوت کے لئے



صفۃ صفا کو ہمراہ لاکر نام سے احمد کے قرار پائی عطار فعل ہوا اللہ وقف احمد دان ۴۰  
 در میان نسو لیک میم برار ۴۱ یعنی اپنی اصلی صورت کو میم کے گنہگار میں پوشیدہ کر کے ظاہر  
 ہوئی عطار عاشقان دیدند رو او عیان ۴۲ دستہا شمشند ہر ساز جا ۴۳ رہبر عالم  
 فحشہ آمدہ ۴۴ اسم او محمود و واحد آمدہ ۴۵ میم را بردار احمد شدا حد ۴۶ فہم کن معنی اشد  
 الصمد ۴۷ ہست این اسرار از جا در ۴۸ ستر این را کئے شتا سد کور و کر ۴۹ گنج سپہا نام درین  
 جسم آمدہ ۵۰ ستر اعیانم درین اسم آمدہ ۵۱ اور وہ صفا لباس خاکی سے عفرین ہوئے عالم  
 اجسام میں ظہور پائی تو نام محمد کا سرزد ہوا عطار من سے جملہ عالم آدم + لاجرم  
 در راہ آدم آدم + پیر اسی صورت آدم سے اپنی جملہ حقیقت دریافت کر کے لباس  
 تعین سے عالم ہستی میں علیحدہ طور پر صورت نما ہوئی تو محمود کے لقب سے پیکاری گئی ہوئی  
 میم کا شکار یہ کہ میر پیکا باندہ ہے آئے ہیں + صورت بیان بدلانے تو کہا ستر کی ہی نہایت  
**حیدر سی شہرت طینۃ آدم یبیدی اگر لعین صبا حاکم خیمہ کیسے مٹی کو آدم**  
 کی ساتھ ہاتھ میرے کے چا لیں دن - یہ مٹی اسی ہاتھ سے خمیر کی گئی جسکی نظیر کے لئے  
 یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمۡ کُلِّیۡمَ ۱۰ یعنی ہاتھ اللہ کا اوپر ہاتھوں انکے - اور فرمایا  
 اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ تَحْقِیْقُ اللّٰہُ پیدا کیا آدم کو اوپر صورت اپنے صورت  
 خود کہیں گیا صانع نے جو کہ اپنی تری تصویر + دونوں نہیں نہیں فرق کوئی زیر و زبر کا قوطہ  
 احمد نام تیرا لامکانین + ہے احمد اسم بیشک عین جانین + محمد کا لقب بھی ہوا  
 مگر محمود کہتے ہیں جہانین ۵۲ سوال موت چیست - موت کیا ہے جواب موت چیست  
 کہ بولن خود راہ بنماید - موت ایک پل ہے جو اپنے وطن کی راہ تہلانی ہے **حیدر الموت**  
**جَسَرَ یُوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ** یعنی موت پل ہے جو اپنے دوست کو طرف دوست



تشریح موت ہو پر موت ہے، پہر موت ہو۔ موت تین قسم ہے: اول اختیار کی موت  
 اضطرابی سوچ فتوری۔ اختیار کی وہ ہے کہ عارف گذر کر یاد کو فراموشی میں گم کر کے  
 ذات میں محو و محو رہے یعنی مرتبہ فنا و الفنا حاصل کرے اسکو موت کبریٰ کہتے ہیں اور یہ  
 درجہ فنا فی اللہ و بقا باللہ کا ہے۔ فانی زخود و بدست باقی۔ اس طرفہ کہ نیست و مستند  
 چنانچہ اس موت کے نسبت مَوْلُو قَبْلُ اَنْ تَمُوْتُ کی دلیل ثابت ہے فردنا کر کے ذات  
 محو میں خود کو خدا کو پس اپنے پرشید کرین ہم اضطرابی وہ ہے کہ ممکن کو قید واجب  
 آزاد کرے اور متع کی رفتار پر خیال رہے لیکن اس کثرت کیلئے خواب و بیداری دونوں  
 ایک ہو کی ضرورت ہے اسکو موت صغریٰ کہتے ہیں یہ درجہ سالک کا ہے اور درجہ مافوق  
 الذکر میں مجذوبیت پیدا ہے۔ حدیث المؤمنین حنی فی الدارین یعنی مومن زندہ ہے  
 بیچ دونوں جہان کے۔ یہ مقام قربیت کا ہے اور وہ وصل کا تھاج مرکز تہذیب و آئینہ دلش  
 زندہ شد عشق و فتوری وہ ہے کہ دنیا میں جو ایک جہاں کے ساتھ گزار دیکھتی ہے مثلاً  
 کوئی جسمی بیماری یا اور کوئی صدمہ جس سے جسم کو نقصا پہنچے۔ اور یہ موت بغیر کوئی سبب  
 ظاہر نہیں ہو سکتی کل نفس ذائقة الموت تمام جاندار ذائقہ موت کا چکینگے۔ یہ موت اولیٰ  
 ہے بیت ندوق و شوق غم خویش بردن، زوار کا بیدار یہ نقل کروں، علاوہ اس کے  
 دنیا میں موت کے ساتھ نفع و نقصان کہے گئے ہیں حدیث الموت العلماء نامۃ فی  
 الدارین و موت الاغنیاء حسرة و موت الفقراء راحة و موت الامم  
 فتنۃ یعنی مرنا عالم کار خندہ و التا ہے دنیا میں اور مرنا تو نگر کا حسرت ہے اور مرنا فقیر کا  
 راحت ہے اور مرنا امیر کا فتنہ ہے۔ فقیر کا مرنا اسلئے راحت ہے کہ وہ اپنے دوست  
 حقیقی کی تمنا وصال میں عمر عزیز بسر کرنا ہے اور یہ آرزو سوزش فراق کا مرنا تہلا کر

نتیجہ کار سے مستفیض کرتی ہے۔ اور یہ فقیہ دوست امور دنیا کی طرف ہرگز متوجہ نہیں  
 کرتی۔ کثرت جذبہ فراق وصال یا کاسب ذریعہ ہرگز امتزاج بقا یا سوال نہیں  
 ہے۔ **حدیث الفراق افضل من الوصل** فراق افضل و وصل رہنمایہ  
 سکو یا رہ جذبہ عشق و فراق دوستدار۔ عاشقی شیوہ فقیر کا ہے۔ یہ فقیری وہ نہیں جو  
 پیٹ پر نیکا ذریعہ یا نام آوری کا سبب ہے یعنی امیر الفقرا کہلائے شمس تبریز شکم  
 پر درچہ داند این سخن را مگر آنکس بازو جان دین را درین وادی بسے گراہ  
 گشتند + یقیناً توشہ با خود نہ بستند **حدیث الفقر کف نفس واحد** یعنی فقیر  
 واحد۔ مان یہ فقیری وہ ہے کہ جس کے فقر کی شانیں **الفقر فخری** یعنی فقیری  
 بزرگی میری ہے جلیق طریق فقر راہ است شکل یقیناً باید دین رہ توشہ دل  
 خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقیری چیست۔ خاک کے بچن و آب کے  
 برد بچن نہ کف پارا از درد و نہ بر پشت پائے از درے۔ یہ فقیر دنیا میں ذلیل  
 اور خوار رسوائی کے ساتھ مشہور ہیں **حدیث الفقر سواد الوجه فی الدائم**  
 یعنی صورت فقیر کی دونوں جہانیں کالی ہے۔ کیونکہ فقیر دشت نور سیاہ کا کہو الی  
 انہیں فقر پر دنیا دار کو محبت و التفات کہنا باعث عزت و رحمت **حدیث**  
**حب الفقر** من اخلاق الانبیاء و بعض الفقراء من اخلاق الانبیاء  
 یعنی دوستی فقیر و نیکی خصلت نبیوں کی ہے اور عداوت فقیر و نسی رویہ فرعون کا  
 ہے۔ فقیر کا مرتبہ سوا اللہ اور اس کے رسول کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ہر مرتبہ  
 از وجود حکمے دارد مگر حفظ مراتب کنی زندقی + **حدیث** من اکلم فقیر فقد  
 اکلم سبعین نبیا یعنی جو کوئی بزرگی رکھا فقیر کی پس تحقیق وہ بزرگی رکھا

ستر خمیر و نسکی - اور اس فقیری کی بزرگی کا مرتبہ ایسا، الفقیہ کرامۃ من کرامۃ  
 اللہ یعنی فقیری کرامت، اللہ کی کرامت بیت میان کفر و ایمان راہ فقر است +  
 دران را ہے بسے از خوف کفر است حدیث لکل شیء مفتاح و مفتاح الجنة  
 حب الفقراء یعنی نام شے کو کوئی ہے اور کوئی جنت کی محبت فقیر کی - اور وہ  
 اثر محبت سو عاشق کے ظاہر نہیں ہو سکتا بیت عشق کو بے بال و پر طیران کند +  
 عشق کو در لامکا جولان کند + حدیث قدسی العشق نریضة علی ما خلق الله  
 یعنی عشق فرض ہے اوپر تمام خلق اللہ کے - اکثر عشق مجازی حقیقی حاصل ہوتا لیکن  
 نادانیکہ خوش میں اگر روح کو حرکت نہ دے محبت پیدا نہیں ہو سکتی - چنانچہ بظاہر  
 خوبصورتی پر جودل راقب ہوتا، وہ یہی سبب ہے کہ خداوند کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم کے نور پاک کو مجمع حسن و صفا پیدا کیا جب حسن قدیم باہر آیا تو کشش حسن نے  
 جذبہ عشق کے ساتھ اللہ کو سوار کر کے اپنا عاشق بنایا مولف خدا کو یہی چھوڑی  
 چاہت انکی + رہے عاشق رہے وہ ناز میں ہے + اور اس حسن کو بردہ عصمت میں  
 پوشیدہ کر کے ہر ایک صورت میں حب حیثیت اسکے ظاہر کیا ہے جب حسن ازل  
 پر وہ امکانین آیا + ہر رنگ ہر رنگ ہر ایک شاہین آیا - چونکہ خداوند کریم کا  
 مقام دل، جب کسی خوبصورتی پر نظر پڑتی ہے تو وہی کشش حسن دل کو اپنے طرف  
 راقب کر لیتی ہے - یہ صورت حسن قدیم کو صوفیہ کرام اپنی اصطلاح میں بت کہتے  
 ہیں ابیات اگر کاغذت آگاہ گشتے + کجا در دین خود گمراہ گشتے + مسلم گر  
 بدانتے کہ بت چیست + بدانتے کہ دین در بت پرستیت + بتونسے کاغذان  
 آگاہ ہوتے + نہ ہرگز وہ کہی گمراہ ہوتے + حقیقت جانتے بت کی کہ کیا ہے +

سجدت پرستی دین پرست سے جب اس عشق مجازی کا اثر و لہر زیادہ ہو تو حاکم عشق  
 نمائے دیدار یارین عاشق کو موجودہ حالت سے تفریق کے عشق حقیقی کا اثر رکھتا ہے  
 اثر دل پر پورا پورا پہنچا تو نگاہ عاشق کی خوبصورتی پر قائم ہو کر صورت آشنائی سے  
 سیر کی طرف تجاوز کر جاتی ہے۔ عشق حبیبیت بگوئید جاننا بوداں دل  
 بدست و گرے دادن و حیران بودن + عشق کے لئے تین شئی ضرور ہیں اول  
 نفی عقل و دوم نفی شکر و شرح سوم نفی قالب۔ انہیں کا اصل اصول عشق ہے بیت  
 هیچ میدانی کہ اصل عشق چیست + عشق را از حسن جانان زندگیت + عشق مثال  
 ایک درخت کے ہے از لہیں جب عروجی پر آیا تو پردہ غیب سے جلوہ کائنات کا نقشہ  
 ظاہر کر کے اپنا شعبہ دکھلایا۔ اس درخت کے محفاظ اور ثروتمندی بخشے والے  
 پانچ شئی ہیں اول تربت دوم حقیقت سوم طرچہ چہارم معرفت پنجم وحدت  
 صفت انکی یہ ہے کہ۔ شنوائی یعنی تعمیل حکم۔ طالب ہونا۔ حاضر ہونا۔ آپکو فوج کرنا  
 فضا ہونا۔ آدران صفات کے پانچ شاخ ہیں عقل یعنی جوابی دل یعنی شنوائی  
 روح یعنی مینائی علم یعنی دانائی جان و تن یعنی توانائی۔ یہ شاخ پانچ برگ و  
 گل و ثمر سے مزین ہے۔ برگ وہ ہیں کہ حرص۔ کینہ۔ غضب۔ حسد۔ کبر۔ کل  
 ہیں کہ طاعت۔ زہد۔ یقین۔ قناعت۔ قربت۔ فقر وہ ہیں کہ خواہش۔ محبت  
 رحمت۔ ہمت۔ اضطراب بوجہ فرقت۔ انہیں اسباب افوق الذکر کا اسم مجمل  
 عشق ہے۔ متاب از عشق روگرد مجازیت ہے کہ آن بہر حقیقت کار سازست  
 جب تک عشق اپنے مقام پر قائم رہے تو شاخ و برگ و ثمر وغیرہ کی سرسبزی ہے  
 اور جب اپنی جگہ سے تجاوز کر جائے تو آتش الفت تیز ہو کر اسباب افوق الذکر

جاتی ہے۔ اور فراق جو فعل عشق کی کوئی نئی ہے تا وقتیکہ اپنا جذبہ پورا نہ دیکھتا ہرگز فراق حاصل نہیں ہو سکتا بدلت کشنگان عشق را جانے و گریہ بر زمان از غیب احسانے و گرت  
**حدیث** اَلْهَادِي فِي هُوَ اللّٰهُ الْفَقْرُ ذَاكَ اللّٰهُ يَعْنِي هِدَايَةُ كَامِلِي الشَّهْرِ اَوْ فَقِيرِ  
 ذات اللہ کی ہے اور عجب یہ مذہب، مذہب عشق اگرچہ برحق ہیں چار مذہب ہیں یہی چار  
 مصحف میں ایک آیت کو بھی نہ اسکی گویا تبارک و تیز عبادت ہی انکے خارج پر موقوف  
 رکھی گئی اور وہ پانچ قسم پر۔ قلبی قلبی روحی سہری خفی۔ قلبی قیام۔ قلبی  
 رکوع۔ روحی قعود۔ سہری سجود۔ خفی متحہ یعنی ذات واحد ہونا دوم عبادت  
 قلبی تمجید۔ قلبی تہلیل۔ روحی تشہید۔ سہری تمجید۔ خفی تقدیس۔ سوم عبادت  
 قلبی بندگی۔ قلبی مراقبہ۔ روحی مشاہدہ۔ سہری معاینہ۔ خفی محو مطلق سے نمازیہ  
 میگزارد در خرابا + رکوع سے سجود سے قیام سے۔ **حدیث** اَفْضَلُ الذِّكْرِ خَفِيٌّ  
 یعنی افضل ذکر خفی ہے۔ قیام و قعود رکوع و سجود ظاہری کی نسبت حکم ہے کہ فاعْبُدْ  
 رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ یعنی عبادت کر اور بتمہا کی پہا تک کہ یقین ہو جا  
 یقین بن قسم پر اول حق الیقین یعنی حق میں فنا ہو کے بعد یقین ہونا دوم  
 عین الیقین آنکہ سے دیکھ کر یقین کرنا سوم علم الیقین یعنی علم سے یقین کرنا محذور  
 حق الیقین پر ہیں سالک عین الیقین پر عارف علم الیقین پر۔ نماز اور یقین کی  
 تصریح رسالہ توضیح الکلمات میں مندرج ہے **حدیث** مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ تَعَالَىٰ كُلَّ  
 لِسَانُهُ جَنَّ جَانَا اللّٰهَ تَعَالَىٰ كَوْزَانِ اسکی گونگی ہو جائیگی مجذوب فقط ذات بیچون  
 بیچر امین اپنی ہستی سے گزر کے محو در محو میں قطعہ عاشق خود خود است و خود معشوق  
 خود طیبہ خجہ است خود بیمار + ناظر خود خود است خود منظور + خود تماشا و خود تماشا

۴۰۔ حدیث من اراد العبادۃ بعد الوضوء فقد اشترک باللہ یعنی جس نے  
 ارادہ کیا عبادت کا بعد وضو کے پس تحقیق وہ شرک کیا ساتھ اللہ کے۔ جب عبادت  
 مجزوب کی اللہ کا دیدار اور محبت تیری تو وہ حاضر کو غایب جان کر رکوع و سجود میں مشغول  
 ہو تو بلاشبہ و شک اس پر شرک کا اطلاق ہوگا۔ حدیث اذا اتى الفقير فهو الله یعنی  
 جس وقت تمام ہو فقیر پس وہ ہوا اللہ۔ جب فقیر اپنی ہستی کو مٹا یا تو فنا فی اللہ کے  
 مرتبہ کو پہنچا اہیات محبت گر شود ظاہر یہ پیرت ۴۰ رآن صورتنا بودن ضرورت  
 رہ نزدیک از دور دورانی ۱۱ اگر کہتا شوی مرد خدائی ۱۱ سوال ذات خدا تعالیٰ  
 کیا ست۔ ذات خدا تعالیٰ کی کہاں ۱۱ جواب در ذات آدم۔ و تبارک خدا تعالیٰ  
 در کنج مخفی بود احد بود چون خواست کہ خود را عیان کند و مٹائے جہا بنید براہم  
 احد مسم نصب کردہ بحبت احد ذات و صفایا گردانید ترجمہ اللہ ذاتین آدم  
 کے ہی۔ جس وقت حق تعالیٰ کنج مخفی میں تھا احد تھا جب چاہا کہ خود کو ظاہر کرے اور  
 تماشا جہان کا دیکھے تو اسم احد پر مسم نصب کر کے محبت میں احد کے ذات و صفات  
 کو ظاہر کیا مولف خود ہی وحد سے نکل آئینہ کش لگا بنا شکل احد کی لیا صورت دیکھا  
 کے لئے تشریح اس سے متوافق ہے کہ مرتبہ احد ذات اور احد صفت جب تک صفت مرتبہ  
 احد میں ہی تو لباس عدم میں شکل یہ اعتبار ہی موجود تھی جب ظہور ہوا تو ایک حلقہ اعتبار  
 کی شکل سے احد کے درمیان عیاں ہوئی مولف احد اور احد میں فرق ہی کیا ذرا تو اس کو  
 سمجھ کے دیکھو ۴۰ جو در میان مسم کا ہی نکتا ذرا تو اس کو سمجھ کے دیکھو۔ یہ ایک قاعدہ  
 تفسیر بیان کیا جاتا کہ جب کوئی شئی پوشیدہ ہو تو دوسری شئی کا اسکے اطراف  
 جوانب احاطہ ضروری اور اس احاطہ کو حد بندی کہتے ہیں جب تک حد میں رہے مجمل



اس مجمع کا نشان فرضی طور پر مثال ایک نقطے کے معلوم ہو گا جب وہ باہر آئے  
 تو اسی حد درمیان اپنی اصل نقطہ کی شکل تلاش کریگا۔ تو احد کا جدیدی اپنی صفت پر محیط  
 وسیط تھا جب اسکو باہر کیا تو وہی میم کی شکل سے احد درمیان ظاہر ہو کر احد کا لقب  
 پائی مولف معنی میں عین رب + وہ صورتیں ہو رہی ہیں + یہ فرق غیریت کی نظر کا  
 حجاب + اور الف احد کو اپنی ذات پر گوارا رکھ کے احاطہ حد میں صفات کو مقید کیا  
 چونکہ الف کی صورت سے بکسر و غوری پیدا ہوئے۔ سو اذات کے نشان یا صفت نہیں سمجھا۔  
 سجدہ مر اور اسد کبریا و منی + کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی + جب شکل احد  
 ظاہر ہوئی تو صورت صفا اسی دائرہ میم میں اپنے ہستی کے علم احد کو آگاہ کر کے حالت  
 تفصیل رونما ہوئی تو سمجھا **اَلْعِلْمُ نَكْتَةٌ** یعنی علم ایک نکتہ ہی۔ اور وہ نکتہ مجمع العلوم  
 حقیقی اپنی معنی ظاہر کر نیکی لئے احد کے درمیان یقین پا کر دوسری حالت سے اپنا اثر دکھایا  
 مولف کہلا جو عقدہ وہ لا الہ کا ہوا احد کمر میں بستہ + یہی تھا سرخفی کا نکتہ شکل  
 میم **سَمِیْنٌ سَجٌّ** کہا کر۔ گر سب میں **اَنَا اَحَدٌ** بلا میم **وَاَنَا رَبٌّ** بلا عین کے  
 معنی ظاہر کیا یعنی احد ہو میں بغیر میم کے اور عرب ہو میں بغیر عین کے۔ ماسخ  
 معانی قل ہو اللہ احد کی ہو علیا ماسخ + ہر قافیہ رکھا، میں نے میم احد کا جب  
 حمد صفا کا نقشہ شکل میم سے احد کے درمیان واقع ہو کر اسم احد سے ظاہر ہوا تب علم ازل  
 نے اپنا بار امانت اٹھانے اور تفویض کر نیکی لئے جن کو کیا تو سو احد کے اور کسی کو  
 نہ پایا۔ **قَوْلُهُ تَعَالٰی اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ**  
**فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ** یعنی رو بہ رو کیا ہم نے  
 امانت کو اوپر آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے پاس لگا کر کیا سب نے یہ کہ نہ اٹھائی



اسکو اور ذکر کئے اس سے اور اٹھالیا اسکو انسانے۔ چونکہ بار جمیع صفات کو پہلے ہی اپنے  
 پر گوارا کر کے منتخب ہو گیا تھا پہر الف احمد کو سیم کی صورت پر ایک دائرہ محیط و غلبہ کیا  
 اور بار امانت اس میں مستور پوشیدہ کر کے تفویض نہر حمد کیا تاکہ محمد کے نام سے اسکا  
 ہو چامی محمد کش قلم چون نامور سائے زمیں حلقہ طوق و کمر سائے۔ واللہ اعلم بالصواب  
 قطعہ محمد ستر قدرت ہے کوئی زفر اسکا کیا جائے شریعت میں توبہ و حقیقت میں خدا  
 محمد نے خدائی کی خدائے مصطفائی کی کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے حقیقت  
 کو محمد کی کوئی کیا کر سکے ظاہر محمد کو خدا جانا خدا کو مصطفیٰ جانا۔ آوردہ ذات مجسم  
 بغیر سایہ کو نیامین ظہور پائی چونکہ ذات مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو ذات  
 حق سبحانہ تعالیٰ ہو۔ جب پر تو ذات آپکی ذات پاک نہری تو پر تو کا پر تو حکم نہیں  
 پائی شکین خاطر موت پیر ابن یوسف محمد کو جو بیجا جتنے سایہ رکھے لیاقت  
 قولہ از احد واحد جلال و جمال ظاہر گشتند۔ از جلال وجود جن و از جمال وجود فرشتہ  
 پیدا کرو۔ باز دم کن برآورد جمال چنانچہ اگشت عکس آن ناز و قیامت خواہد ماند۔  
 ترجمہ اعداد و احد سے جلال و جمال پیدا ہو۔ جلال وجود جن اور جمال وجود فرشتہ  
 کا پیدا کیا پر کن کہا۔ جمال چنانچہ پیدا ہوا۔ عکس اسکا روز قیامت تک رہیگا۔ چون  
 کسے در کن نعرہ زند آواز می خیزد و سامی ماند بچنان عکس کن برقرار خواہد۔ ہمیں طریقی  
 کار دنیا پیدا و ناپیدا برآورد کن خواہد ماند۔ ترجمہ جب کوئی کن میں آواز کرے آواز  
 نکلتی ہے اور ایک ساعت قائم رہتی ہے یوں ہی عکس کن برقرار رہیگا۔ بابر طریقی  
 کام دنیا کے ظاہر پوشیدہ او پر آواز کن کے قائم رہینگے۔ تشریح آواز کن  
 تعین سوم یعنی واحدیت سے ظاہر ہوا جسکو اہل تصوف حقیقت الحقائق اور حقیقت

انسانی کہتے ہیں اور اس آواز کی شنوائی کے لئے سات چیز ضرور ہیں اول جود  
دوم خواہش سوم فکر مولف اندیشہ زود پاتا ہی عالم کو فکر کے مدد پر فکروہ  
تک کہ شادی نہ غم رہے۔ چہارم زبان بندی پنجم چشم بندی ششم گوشہ بندی  
ہفتم متع کو حضور کی عارف سے دور نہ کہے جب آواز کن کی ستائش میں آئنگی۔  
ہیت لب بند و چشم بند و گوش بند۔ تا نباشد ستر حق بر باخند۔ جب کن کہا تو  
جمع کا نینا کا نقشہ اللہ اور محمد کی صورت پر بلا امتیاز غیری ظاہر ہوا۔ یہ مرتبہ  
زرقا ہے۔ فقط ایک لفظ کن کی آواز پر جمیع امکان لٹا اجمال سے تفصیل میں اگر  
اپنے وطن خاص سے جدا ہوئی اور یہ مفارقت ایسی نہیں جیسا کہ ماضی سے مختلف  
برتن بنا کے باہم فرق کر دیتا ہے اور ایک دوسرے سے ایسی علی گئی کہ تا وقتیکہ وہ  
اپنی حیثیت موجودہ تجاوز نہ کرے بلکہ ہر سلوک اتحاد باہمی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ  
یہ تفرقہ ایسا کہ ایک ٹخم سے چہار پیدا ہو اور اس چہار کو بغور دیکھیں تو واضح ہوگا  
کہ ہر ایک شاخ و برگ و گل با یکدیگر جدا ہیں مگر خبر جو ان تمام کی اصل اصول ہے ہر ایک  
کے ساتھ رشتہ اتحاد باہمی رکھتی ہے۔ باین طریق جمیع لفظ کن کے ساتھ حالت  
اجمال تفصیل میں آئی تو اپنی اصل یعنی ذات سے جدا نہیں ہوتی بلکہ ذات کو اپنے میں  
پوشیدہ کر کے صفاتی لباس سے ظاہر ہوئی۔ ذات سے ظاہر ہوا سونور ہے۔  
اس میں نقش دو چہا مستور ہے۔ اس ظہور کے دو سبب ظاہر کئے ایک ظاہر دوسرا  
باطن۔ ظاہر وہ کہ ہم ظہور میں آنا۔ باطن وہ کہ ظہور سے پر عدم ہونا۔ دنیا  
میں سوا بود و نایود کے کوئی دوسرا شعل نہیں ہے یہی شغل قیامت تک قائم رہیگا۔  
اور باطن میں یہی بھی بود و نایود کی حالت اپنی حالت سے موجود ہے۔ جیسا ایک برتن

جسکے اپنی ظاہری حالت پر قیام رہے ہرگز اصلیت یعنی مٹی سے اسکی موافقت نہیں  
 ہو سکتی گو وہ درحقیقت مٹی ہی ہے لیکن چونکہ صانع نے اپنی صناعتی اسکو دوسری صورت ظاہر  
 کیا جب کہ ظاہر کے بنیاد رکھا تو اپنی اصلیت یعنی مٹی سے موافقت پیدا کر کے کل مٹی  
 پر صحت الیٰ اصلہ مگر لفظ کن کا مقصود یہ ہے کہ مجمل کو تفصیل میں لاکر مٹا دیکے۔ اور  
 اس پر دوبارہ کے مابین جو رشتہ قرار ہے اسکو سلسلہ وصل خواہشات پر مستحکم کر کے  
 پہلے اصل پر لگا۔ چنانچہ شکل انسان سے مشابہ ہے کہ دو لفظ متحدہ اور ایک لفظ اللہ ترکیب  
 دیا گیا ہے۔ مشابہ شکل سر کی حرف میم سے مشابہ اور مائتہ (ح) سے اور تکم و کمزیرہ میم  
 اور پاؤں وال۔ یہ شبہات نشست ظاہر ہوتی ہے۔ اور نیز تولد پچ کا جو شکم مار سے ہوتا ہے  
 تو دونوں مائتہ کان پر اور پاؤں کی ران پیٹ لگی ہوئی سر کا جو پہلی میم چھ مشابہت  
 پیدا ہوتا ہے۔ بنظر اس لحاظ کے مشابہت کی صورت پائی جاتی ہے۔ اور یہ بہت کم ہے کہ جبکہ  
 پاؤں تولد ہو۔ اول پچ کا سر ظاہر ہونے کی بھی وجہ ہے کہ جب اشد جمع صفا کو ظاہر کرنا چاہا  
 تو وہ اپنی حد باہر نکل کر اشد کو اشد کی صورت پر تعین میں لائی مولف لاکہ طر سے شکل  
 بد کر دیکھتا ظاہر ہو کر دیکھو وہی متحد کی صورت آخر جب پیدا ہو گیا تولد کی صورت ظاہر  
 ہوئی۔ چونکہ لٹ محکوس جو نشست کی ہر دور ہو کر قیام میں آجاتا ہے۔ اور یہ لٹ نماز ظاہر  
 سے واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ قیام سے لفظ اللہ اور کوچ لفظ احمد اور وجود لفظ محمد  
 پیدا۔ ظاہری نماز کا اصول یہی ہے کہ قیام و تعود کو وجود اشد احمد متحد محمد کی شکل  
 وجود بنائے اور متحد محمدی پر نماز ختم کیجا۔ اب اس قسم کوئی دوسرا لفظ تعزیری لٹا نہیں  
 نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جمیع امکا کا نقشہ ہی نماز کی لٹ پر پیدا کیا۔ چنانچہ وجود  
 درخت قیام پر۔ چتر و پرند کوچ پر۔ اور خضار الارض سجود پر۔ بیمار و غیرہ تعود پر

جب کہ کائنات کا تعلق نماز کی حالت پر بنایا گیا اور باسکی ابتدا و انتہا اللہ اور محمد پر  
 ہو۔ اور یہ نماز اگرچہ ایک لاکھ کئی ہزار مبعوث ہو لیکن پوری پوری کی کو نصیب نہ ہو  
 جو ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مرحومہ کو۔ اسلئے آپ ختم رسالت ہو  
 چونکہ اس جہانِ حق کو جب غور سے دیکھا جائے تو اللہ اور محمد کے کچھ نہیں پایا جاتا اور  
 اسکا ظہور صرف نماز کی حالت پر ہے۔ آپ کا نور پاک اور ظہور بعد ہونیکے یہی وجہ ہے کہ ختمی بن  
 ذات احد تو جب تو جس میں آئی تو احد ہوئی چنانچہ اسکا بیان آگے ہو چکا ہے  
 تین محمدی ظہور ذات، - جمیع امکان تو واحد کا ظہور ہے۔ اس ظہور کی صدا کے لئے  
 خاص نور کا ظہور بعد ہوا چونکہ اگر پہلے ہی ہوتا تو جمیع امکان کی صدا کس سے ہو سکتی کہ یہ نور  
 ظہور ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ کسی مقدمہ میں گواہ سے پہلے دعائی کا ظہور ضرور ہے۔ آنحضرت  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور بھی شہادت ہے کہ آپ کی ذات پاک نور ذات۔ اور جمیع امکان  
 آپ کے نور کا ظہور ہے یا محی پیش از ہمہ شامان غیور آمدہ + ہر چند کہ آخر ظہور آمدہ + ای  
 ختم سلو قریب تو معلوم شد + دیر آمدہ از رو دور آمدہ + اور لفظ کن میں ہی یہ قیادت  
 یہی کہ وجود محمدی سے نجا کر کے کوئی اور وجود پیدا کرے۔ جسے ان چاروں نام کی  
 شباهت با وجود موجودیت اپنے جسم ظاہری نہ بنایا اور نہ دیکھا تو کیا اور کیا دیکھا  
 نماز ظاہری رکوع و سجود باطنی ترک وجود العاقل تکفینہ الاشارت اس سب کے  
 متعلق رسالہ توضیح الاشارات میں تشریح کی گئی ہے بدلت صدر ہزاران عارفانہ فکر  
 اندرین رہ لوح دل و شمس و شوق لہ تعالیٰ خلق الانسان علی صورتہ یعنی پیدا  
 کت ان کو اور پر صورت اپنے کے چنانچہ ان ظاہر و باطن صورت اللہ کی رکھنا، اسلئے  
 اسکو ظاہر کر نیکی لئے نبی آدم کو اشرف المخلوق کے خطاب سے فراموشی بخش الا انسان

بسا درایت سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت مراد یہ بیت خدا تک آنحضرت  
 ہزار آدم یک بیابا مذہب صوفی انگریزوں کی شک و اور نیز صاف فرمادیا کہ انسان  
 سترائی و آئینہ نما بہ سیدھی، جو حد سے ایک شان مگر دو نام کے ساتھ کثرت  
 میں اگر آئینہ حسن میں اپنے جمالی صورت دیکھ کر خود ہی اس پر مفتون ہوا مثل شد  
 اور نبی کا ایک سید جیسا ایک مونی میں دو چہ فرود انسان سترائی آئینہ  
 کی معانی کا بہ کچھ ظاہر سے مطلب ہو تو آئینہ اسکا وہ آئینہ تیرا ہے میں انسان  
 انسان تو ہے اسکی معرفت اسکی کو حاصل جو اس راہ میں قدم رکھے حافظ  
 درہ عشق نہ شد کس یقین محرم راز کہ ہر کسے بر حسب خویش گمانے دارد و عارف قطع  
 علم سے واقف ہے نہ کہ حقیقت سے قطع زائد نماز و روز ضبطے دارد و عاشق تیرا بہ  
 ناب ربطے دارد و معلوم نیست کہ بار مصروف بہ کیست و ہر کس خیال خویش ضبطے  
 دارد و قولہ بعد از ان بر حکومت جہاں وجود آدم ساختند از ستر اربع عناصر و از  
 خلعت بہشت مزین کردہ اسم او خلیفہ داشت و با سہما خود موصوف اورانید موصوف  
 حکومت جہاں کے لئے وجود آدم چار عناصر کی سیرت سے ترتیب دیکر خلعت بہشت زینت  
 دیا اور نام اسکا خلیفہ رکھا اور ساتھ ناموں اپنے موصوف کیا اور کہا کہ اے جلال  
 فی الارض خلیفۃ یعنی تحقیق کہ میں گردان لئے والا ہوں او پر زمین خلیفہ بیت  
 از سر مشورہ بنا خن پائے شد سر امر مظهر ذات خدا و تشہیح اس ذاتی  
 وجود کو صفاتی لباس سے تغیر و تبدل کر کے مختلف صورت پر تفت کر شود و مہم لباس  
 بدل و شخص حسب لباس را چہ خلل و مقام شہادت مرتبہ عقل کل سے عرش تک اور  
 عرش سے تحت الثریٰ تک اور انسان کا وجود ظاہری بھی مرتبہ شہادتیں اگر چہ



یہ دوسو سال کی چار عناصر سے مرکب ہے، لیکن چار خاصیتیں حسب امتیاز جن عناصر رکھتا ہے  
 اول آتش گرم خشک و وہم باد گرم و تر سوم پیر در چہارم خاک سرد و خشک  
 اگر کوئی معترض ہو کہ یہ چار عناصر بالیکدیکہ ضد ہیں بخواہی الصد ان لا یجتمعون  
 یعنی دو ضد جمع نہیں ہوتے ہیں۔ پیر مرکب کیونکر ہو سکتے جواب یہ ہے کہ سیر عناصر کو جو  
 باہمی ضد و استیقاہ اتفاق پہنچے چنانچہ آتش گرم و خشک ہوا اور خاک سرد و خشک  
 یہ ہر دو خشکیاں باہم موافق ہیں لیکن گرمی آتش اور سردی خاک میں اختلاف ہے  
 تو ہوا گرم و تر اور پانی سرد تر ہے۔ ہوا اور پانی کی تری میں اتفاق ہے لیکن ہوا  
 کی گرمی اور پانی کی تری میں ضد ہے تو ہوا کی گرمی کو آتش کی گرمی موافقت ہے  
 باہم قیاس ہر ایک جنس اپنے ہمعلم سے اتفاق کر کے جسم خاکی کو بحال رکھے ہیں۔  
 چنانچہ آدمی کے جسم میں صفرا آگ کے مانند ہو و ہوا کے مانند بلغم پانی کے مانند  
 سودا خاک کے مانند ہے جب تک یہ آپس میں متفق ہوں تو انسانی زندگی ہر جو واجب الوجود  
 کے ساتھ قرار دی گئی ہے اور جب یہ کم و بیشی کی وجہ سے نا اتفاقی پیدا کریں تو  
 اقسام کے بیمار میں ظاہر ہو کر جسم کو نحیف لاغر کر کے فلک کو علی کر دیتے ہیں اس لئے  
 یہ موت فتوری کہلائی بیت ہر چہ باشد آب و آتش باد و خاک و جملہ مخلوق کو  
 از وضع پاک۔ قولہ چون خدا را ذات آدم باید گفت اما باسم شاید۔ زیرا کہ آدم  
 از گل آراستہ و چنانچہ خلاصہ است ترجمہ خدا کو ذات آدم کہا جائے لیکن نام کے ساتھ  
 نہ کہے کیونکہ آدم کا وجود مٹی کا ہے اور چنانچہ پاک تشبیح چونکہ آدم صفت ذات ہے  
 اگرچہ صفت ذات جدا نہیں ہو سکتی لیکن جب نام کوئی صفت موصوف ہو وہ ذاتی  
 نہیں ہو سکتا۔ خاص آدم اسم مجمل ہے۔ چنانچہ ماتہ۔ پاؤں سر شکم وغیرہ کا



اسم محمد آدم ہے پھر اس آدم کا ایک صفتی نام جس سے وہ پکارا جاتا ہے۔ یہ کیسے ہو گا؟  
 قرار دیا گیا کہ اور یہ نام درحقیقت عارف کا ہے۔ چونکہ آدم ایک خاک پتھر کا مخلوق ہے  
 ممکن اسکو حرکت نہ دے متحرک نہیں ہو سکتا جب یہ صفت آدم کی تہی ہو گیا مجال اسکو  
 کہ کیسکی آواز سن کر جواب دے العادل تکفیر الاشارہ حاقط انگس است اہل بشارت کہ  
 اشارت داند نہ مکتھا است بسے محرم اسرار کجاست قولہ سوال آدم را خدا باید گفت یا  
 آدم کو خدا کہہ سکتے ہیں یا نہیں جواب خدا تعالیٰ موصوف است و آدم صفت۔ ذات  
 آدم ازو علیحدہ نمیشود بلکہ ذات آدم دلالت میکند بر ذات خدا۔ چنانچہ جبریلؑ از حضرت  
 پاک رب العالمین کلام می آرنند حرف و صوت ندارد پس این بان کلام دلالت میکند  
 بدانکہ وہ کیل باعتبار امر است آدم صفت گل قدیمی دارد۔ و ذات آدم خلاصہ قدیم است  
 ہمیشہ خواہد ماند لیکن قالب فنا میشود بنظر بطونی آدم را خدا باید گفت ترجمہ خدا تعالیٰ  
 موصوفی اور آدم صفت۔ ذات آدم اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ذات آدم ملائکہ ذات  
 پر چنانچہ جبریل علیہ السلام رب العالمین کی درگاہ پاک سے بغیر حرف و آواز کے کلام لیے آتے  
 ہیں (اور وہ یہاں با حرف و آواز ہوتا ہے) پس یہی کلام دلالت کرتا ہے (اگر ذات  
 علیحدہ ہونی تو ذات جبریلؑ کو کیا قدرت کہ کلام بجز حرف و آواز کو سمجھے کہ با حرف و آواز  
 کرے) واضح ہو کہ وہ کیل باعتبار حکم کے ہے۔ آدم صفت گل قدیم کہتا ہے اور ذات آدم  
 خلاصہ قدیم ہے۔ ہمیشہ رہیگی لیکن قالب فنا ہو جائیگا۔ بہ نظر بطونیت آدم کو خدا کہا  
 جائے تشریح سے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے کہتا ہے مرد زکی۔ باطن میں مین خدا ہوں  
 ظاہر میں بندہ خاکی۔ مثلاً ایک دریا میں ہزار بیلی پیدا ہیں جب غور سے دیکھا جائے  
 تو ہر ایک کی شکل بلحاظ ایک دوسرے کے علیحدہ معلوم ہوگی۔ باعتبار پانی کے حیثیت بیلی کی

جدا ہے لیکن فی الحقیقت بیکلا پانی ہے چونکہ اپنی اصلی حقیقت سے صورت بدلنے کے باعث  
ایک شخص نام زور پایا۔ جبکہ وہ بیلے کے نام سے قائم رہے بظاہر اس پر پانی کا قید ٹکڑی  
گودہ درحقیقت پانی ہی رہا۔ جب وہ پھوٹ جائیگا تو اسکا صفی نام کم ہو کر خود زائین  
خدا القاب ہو جائیگا بدیت آب دریا چون زندہ موج دگر بہ درحقیقت آب باشد جلوہ گرہ  
علیٰ ہذا آدم ہی جب تک جسم خاکی سے نامزد ہے بندہ کہلائیگا اور جب اس شخص سے گزر جائیگا  
تو خدا ہو جائیگا بدیت چون شوی خالی تو از ذکر خدا راہ بابی در حرم کبریا۔ اس شخص  
تین عارج میں اول خاص الخاص دوم خاص سوم عام۔ خاص الخاص  
کہ مرتبہ فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول سے گزرنے کے فنا فی اللہ تک پہنچے مولف بیکلا  
پیوٹا تو پانی ہو گیا۔ خود سے جو گزرا وہ فانی ہو گیا۔ خاص وہ ہے کہ طالب مولا ہو جائیگا  
طالب المولیٰ یعنی طالب مولا کا مراد ہے بدیت گشت چون بر نقش دل نقش الہ غیر  
نقش اللہ را بدل خواہد عام وہ ہے کہ طالب دنیا ہو حدیث طالب الدنیا۔  
مؤتہ یعنی طالب دنیا کا مؤتہ ہی بدیت ہست دنیا پیر زان پُر فریب۔ میکند  
پیر و جوان را بے شکیب۔ دنیا میں انسان کے ہی تین قسم ہیں۔ مجذوب سالک  
مجذوب۔ سالک۔ مجذوب کسی غرض میں رکھتے بلکہ اپنی حالت بھی پیچیدہ  
سالک مجذوب مخلوق کے ساتھ خوشنوی سے شامل اور خدا سے واصل ہیں یہ  
فصل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ اور یہ مرتبہ برزخ البرازخ ہی جسے  
اسکی پیروی کی گویا آپ کے قدم پر قدم رکھا فردا ہر اللہ سے واصل اور مخلوق سے  
شامل۔ خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف شد کا۔ سالک سیر میں  
مکمل کے رہتے ہیں بندہ نسلی سے اور خدا اصلی۔ یہ قید اصلی تھیں لگا یا گیا نہ کہ

اس ذات بیچون کے شایان۔ اصلی سے مراد یہی ہے کہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ یعنی نہیں  
 جنا کبکوا اور نہ جنم لیا کسی سے۔ نہ کہ اسپر خاص اصلی کا قید لگا کر کوئی دوسری حالت  
 معنی سمجھے۔ اللہ کی ذات ہر شئی پر محیط ہے بجز ذات اس کے کسی شے کا امکان ممکن  
 نہیں قولہ تعالیٰ وَهُوَ اَعْلَمُ اِنَّمَا كُنْتُمْ بَعْنِ اور وہ ساتھ تمہارے، جہاں تم ہو  
 سب سے بہرگیا ہو کہ از زمین روید، وحدہ لا شریک میگوید اور بجز حکم اس کے کوئی چیز  
 معرک نہیں ہو سکتی حدیث قدسی لَا تَخْتَرُكَ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی نہیں  
 کرتا ہے ایک ذرہ بغیر حکم اللہ کے قولہ سوال خدا را صورت باید گفت یا نہ اگر گوید  
 کدام صورت + خدا کو صورت کہا جائے یا نہیں اگر کہے تو کی صورت جواب صورت  
 آدم قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ یعنی تحقیق اللہ نے پیدا کیا  
 آدم کو اپنی صورت پر (شیخ حسین طنجی سے کہے صورت خدا طبعی + روئے  
 خوبان چنانکہ نمایاں سوال خدا بقا دارد بر این اطلاق صورت آدم چگونه راسخ آید  
 خدا قافی رکبتا ہی اسپر چھو آدم کا اطلاق کیونکر استوار آیت کا جواب صورت  
 آبرو را گویند پس آبرو خدا بر آدم تجلی میکنیم چو تابش آفتاب کہ بر جمہ اشیا روشن  
 است۔ صورت آبرو کو کہتے ہیں پس آبرو خدا کی آدم پر تجلی کرتی ہے مثل چمک  
 آفتاب کے کہ اوپر تمام اشیا اسے روشن ہے ۵ ظہور نور تجلی کہ بر جبین تبار  
 ہمہ لطافت خوبی ہمہ لطافت اوست + شرح آبرو سے مراد یہی ہے کہ جسے ایک فائز  
 میں جبرائیل رکھا جائے تو اس پر علی روشنی سے فائز روشن ہو کر خود جبرائیل صورت  
 پیدا کرتا ہے مگر وہ روشنی اس میں طویل ہے نہ مفید علی بذات تجلی نور ذات سے جسم آدم  
 ایسا منور ہے کہ خود نور کا ظہور ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمِنْ اَحْسَنِ مَنَ

جَنِّحَہ یعنی رنگِ اللہ کا اور اس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر۔ چراغ صرف ایک لہر  
 روشن کرکتا ہے مگر چراغِ الہی کا وہ ظہور ہے کہ جملہ جہان کو خود چراغ ہو گیا دعویٰ  
**سوال** خدا اور لامکان میگویند ان کجاست۔ کہنے میں کہ خدا لامکان نہیں ہے وہ  
 کہتا ہے جواب در ذات آدم قولہ تعالیٰ وَفِي الْقُسْبِ اَفَلَا تُبْصِرُونَ اور  
 چہ ذاتوں تمہارا ہے کہ جس کیونہیں دیکھتے تشریح لامکان کے معنی یہ ہیں  
 کہ نہیں مکان اور کسیکے رہنے کا مگر سوا خدا کے۔ چونکہ حقیقتاً شرکیت پڑی رہی  
 سے پاک اور پاک ہے۔ اگر کسی بی شرکیت ہوتی تو عرف مکان کا لفظ کہا جاتا نہ کہ لامکان  
 چنانچہ یہ نظر باشندگان جہاں ہر فرد اپنے رہنے کی جگہ کو مکان کہتا ہے چہ کہ خدا  
 ہر ایک کو چہ زاید کہا اور ان دونوں کے فیما بین شرکیت مضبوط سلسلہ ہے  
 اور خدا متعالیٰ وحدہ لا شریک ہی اسکے رہنے کی جگہ بھی لامکان کہلائی۔ اور وہ جا  
 قلوب المؤمنین یعنی دل مومنوں کے اس لئے فرمایا کہ وَادَّكُرْ تَبَاكٍ فِي تَبَاكٍ  
 تَصْرُعًا وَخِيفَةً وَذَوْنَ النِّجْمِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْعُدُوِّ وَالْاَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ  
 الْغَافِلِينَ یعنی اور یاد کرنا جو اپنے رب کو ولیمین کر گزانا یہ یعنی پکار کے اور ذرا  
 اور پکارنے سے کم آواز بولنے میں یعنی بالکل آسمتہ صبح اور شام کے وقتوں میں اور  
 مت ہو بخیر۔ اگر کسی نے اس جگہ میں غبر کو جائے تو وہ طرش اللہ یعنی لامکان ہرگز نہ ہو  
 بلکہ وہ شرک کو نکالنا ہوتا ہے۔ اور نیز حکم ہو چکا ہے کہ وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا  
 یعنی کوئی شرک مت کرو عبادت میں اللہ کے **سوال** ذات و صفات کرا گویند۔  
 ذات اور صفا کسکو کہتے ہیں جواب نودو نہ نام خدا صفا اللہ ویک نام اللہ اسم ذات  
 است۔ نودہر نو نام خدا کے صفا ہیں اور ایک نام اللہ کا اسم ذات تشریح درجہ

وحدت سے مقام شہادت تک جو کچھ پیدا ہو یا کسی صفت ذات ہی اور جو صفت مخلوق  
 ہے وہ صفت الصفت، مثلاً کسی کسی پر رحم کیا تو رحیم کی صفت حاصل کی  
 رحیم نام اللہ کا، اور صفت ذات۔ لیکن چونکہ بندہ خود صفت ہی جب اس کوئی  
 صفت پیدا ہو تو صفت کی صفت کہلائیگی یا بین طریق نو و نہ نام کی صفت۔ اور ذات  
 وہی ہے کہ اسم پر کسی لفظ کا قید ہو حدیث تفکّر فی صفاۃہ و لا تفکّر فی بذاۃہ یعنی  
 فکر کرو صفت میں اسکی اور مت فکر کرو بیچ ذات اسکی کہ۔ کیونکہ ذات وحدہ لا شریک  
 ہے اگر کسی ذات میں فکر کی اور اس فکر کی رسائی ذات تک ہو تو وحدانیت میں فرق  
 آجیگا۔ چونکہ بوجہ رسائی فکر شرکت پیدا۔ اور ذات اس شریک کو مستثنیٰ ہے۔  
 یہ ہرگز ممکن نہیں کہ انسانی عقل یا فکر وہم و خیال و گمان وغیرہ ذات تک رسائی کرے  
 اور اسکو پا۔ مثلاً نمک اگرچہ بہ در حقیقت پانی ہے لیکن تا وقتیکہ وہ پانی ہے۔  
 پانی نہیں ہو سکتا۔ جب پانی ہو گیا تو نمک کا نام باقی نہ رہیگا۔ اندر نہ ہوت نام مجسم  
 اپنے تعینی جسم پانی کو کیونکر پا سکتا۔ اسلئے حکم ہوا کہ لا تفکّر فی بذاۃہ۔ چونکہ ذات  
 میں فکر کرنے سے گمان اس فکر پر حاوی ہو کر ایک تعینی شبابت و کھلا کر عقیدہ کو  
 اسم پر تعین کر کے شرک پیدا کرنا ہی حقا و قطعا قائلان نقطہ پر کار و جو دند دیے۔ عشق  
 دانکہ درین دائرہ سرگردانند قولہ سوال خدا را در دنیا چگونه بیند۔ خدا کو دنیا میں  
 کیونکر دیکھے جواب در ذات خود۔ اپنی ذات میں حدیث من عرف نفسه فقد  
 عرف ربه یعنی جس نے جانا نفس کو اپنے پس تحقیق پہچانے گا کہ اپنے تشریح۔ مولف  
 بن خود ہو کر اپنی خودی کو خدا میں ہو گیا۔ صاحب نظرین آئینہ ہی نظارہ خدا کا کر ایچے  
 ذات کو اپنے کیلئے پہلے چار چیز ضروریں اول اعتقاد کامل دوم عشق کامل سوم

مرشد کامل چہار ہم کامل حضوری مرشد - عشق اور اعتقاد جسکا قوی ہو تو یہ خود مقام  
ناسوت احدیت تک اس کے رہنما میں ہی عشق در ہر دل کہ باشد رہبر و کمال نیست  
نور و عروج و نزول کا سیر کر کے آئینہ کے مانند صورت مقصود بنانے میں موفق  
آئینہ کی ہر دو خود یکا میں بغیریت جب کہ شش عیت میں تو ہی تو ہر سو نظر آیا مجھے  
بزرگان سلف نے دوا یہ ذیل کو فرضی طور پر لکھا ہے اس کے معانی یہ وجودی حالت واضح ہوگا

### لامکان



واحدیت  
برزخ البرزخ



شہادت

نورانی  
نورانی  
نورانی  
نورانی  
نورانی  
نورانی  
نورانی  
نورانی

برزخ کبری (قاب قوسین) برزخ صغری

### طریقہ ازکار

فکر نصیرا - پرہ ناک پر نظر کر  
قائم کر کے لفظ اللہ کے ساتھ  
دیسے مشغول رہے - ذکر محمدا  
درمیان دوا برو نظر قائم کر کے  
لفظ اللہ کے ساتھ دیسے مشغول  
رہے - شغل آفتاب طلوع  
آفتاب کینت زمر آفتاب پر  
نظر قائم کر کے شعاع پر نظر  
اور اعتبار کیسے - شغل آئینہ  
نظر آئینہ پر قائم کر کے نمائ

نیلین توتاج قاب قوسین نمکین تو جان آفرینش

صفت کو غائب بن جائے - شغل سایہ - دو پر کو آفتاب کے مقابل کز یہ ہو اپنا عکس دیکھے - شغل مینا  
جاندار مینا اپنے سایہ کو دیکھتے ہو شعاع پر نظر ڈالے ایک ہفتہ میں حاصل ہوگا - مشورہ حواس